

پریت کی ریت انوکھی ساجن

نازیہ کنول نازی



پریت کی ریت انوکھی ساجن

نازیہ کنول نازی

جانے یہ عشق ہے یا کوئی کرامت اپنی
چاند لے کے چلے آئے ہیں' تری گلیوں میں

دھوپ کے دشت میں آ گئے' سائباں ڈھونڈتے ڈھونڈتے
اوڑھ لیں گے کسی دن زمیں' آسماں ڈھونڈتے ڈھونڈتے
زخم جاں کے جزیرے بھی تھے جابجا' جن سے ٹکرا گئے
دل کے پاتال میں ایک درد نہاں ڈھونڈتے ڈھونڈتے

پورا گھر مہمانوں سے بھرا پڑا تھا۔ اس قدر شور برپا تھا کہ کان پڑی آواز تک سنائی نہ دیتی تھی۔ مہندی کا فنکشن اپنے عروج پر تھا۔ نشاء نے ایک مرتبہ پھر آئینے میں اپنا بھرپور جائزہ لیا۔ حسین تو وہ پہلے ہی بہت تھی۔ آج تو اس پر ٹوٹ کر روپ آیا تھا۔ سر سے پاؤں تک قیامت ہی قیامت تھی۔ آئینے پر آخری مطمئن نظر ڈالنے کے بعد وہ کمرے سے باہر نکل آئی۔ رات دھیرے دھیرے اپنے پچھلے سفر کی تیاری پکڑ رہی تھی۔

اس کی تمام کزنز اپنی اپنی موج مستیوں میں گم تھیں۔ رات کے تقریباً تین بج چکے تھے اور کوئی بھی محفل سے اٹھنے کے موڈ میں نہیں تھا۔ اس نے صرف کاشان کو چڑانے اور جلانے کے لیے اب تک خود کو مختلف بے کار کے کاموں میں مصروف رکھا تھا اور وہ بے چارہ اسے سجے سنورے روپ میں دیکھنے کی خواہش لیے' تھک کر او پر سونے چلا گیا تھا۔ کاشان اس کا آفس کولیگ بھی تھا اور فرسٹ کزن بھی' بچپن سے ان کی بے حد گہری دوستی چلی آ رہی تھی۔ اس کا ہر کام شان کے بغیر ادھورا تھا۔ پورے آفس میں وہ واحد شخص تھا جو اس کی بدتمیزیاں' بے جا غصے یا اوٹ پٹانگ حرکتوں کا برا مانے بغیر ہمیشہ اس کا ساتھ دیتا تھا۔ اس کے ناز اٹھاتا تھا اور بلاوجہ کی بڑبڑ بھی سر جھکا کے خاموشی سے سن لیتا تھا۔

پچھلے ہفتے اس نے نشاء کے دوستوں کے سامنے اس کا کافی مذاق اڑایا تھا۔ وہ جتنا اس کا

خیال رکھتا تھا اتنا ہی اسے ستا کر مزا لیتا تھا اور نشا ہمیشہ منہ پر ہاتھ پھیر کر بدلہ لینے کی دھمکی دے کر رہ جاتی۔ پچھلے ایک ہفتے سے وہ سوچ رہی تھی کہ کاشان سے اپنا بدلہ کیسے چکائے اور آج خدا نے اسے ایسا ایک موقع عطا کر دیا تھا۔ بجلی کے کوندے کی طرح ایک شرارت اس کے ذہن میں آئی اور وہ ہنس پڑی۔

بڑی ہوشیاری کے ساتھ وسیع لاؤنج کی گھما گہمی پر ایک طائرانہ نظر ڈال کر ایک چھوٹی سی پلیٹ میں تھوڑی سی مہندی لیے وہ اوپر چلی آئی جہاں کارنر والے کمرے میں کاشان نے اسے اپنے سونے کی اطلاع فراہم کرتے ہوئے صبح سے پہلے ڈسٹرب نہ کرنے کی نصیحت بھی کی تھی۔ دائیں ہاتھ سے دوپٹہ سنبھالے بائیں ہاتھ میں مہندی کی پلیٹ لیے دبے دبے قدموں سے وہ کمرے میں داخل ہوئی۔

سنگل بیڈ پر کاشان بے خبر سو رہا تھا۔ دایاں بازو اس نے آنکھوں کے اوپر رکھا تھا جب کہ بایاں ہاتھ سینے پر تھا۔ ایک دھیمی سی مسکراہٹ نشاء کے لبوں کو چھو گئی۔ چھن چھن چوڑیوں کی کھنک سے جلترنگ سے بج اٹھے۔ احتیاطاً اس نے دروازہ بند کر لیا کہ مبادہ کوئی تھرڈ پرسن آ کر اس کے منصوبے کے رنگ میں بھنگ ہی نہ ڈال دے۔

سرخ و سفید رنگت' خوب صورت تیکھے نقوش' سیاہ ریشمی بال اور تازہ شیو وہ جاگتے میں جتنا خوب صورت لگتا تھا سوتے میں اس سے کہیں بڑھ کر پیارا نظر آتا تھا۔

''ہائے صبح جب موصوف رنگین چہرہ لیے' سب سے ملیں گے' تو کتنا مزا آئے گا؟'' اپنے تصورات پر دل ہی دل میں خوش ہوتی وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ پھر اس کے پہلو میں بیٹھتے ہوئے پلیٹ سے تھوڑی سی مہندی نکالی اور جونہی کاشان کے خوب صورت گال پر لگانے کی کوشش کی۔ اس نے بڑی پھرتی سے ہاتھ بڑھا کر اس کی کلائی پکڑ لی۔ سرخ سرخ متورم آنکھیں' جو نیند سے بیدار ہونے کی چغلی کھا رہی تھیں۔ نشا تو اپنی جگہ بھونچکا رہ گئی۔

''وہ میں...... میں تو تمہارے مہندی لگانے آئی تھی۔ تم نے لگائی نہیں تھی ناں' اس لیے۔'' سرخ سوالیہ نگاہوں کو خود پر مرکوز پا کر قدرے بوکھلاتے ہوئے وہ فوری طور پر یہی بہانہ گھڑ سکی۔

''اچھا...... واقعی؟'' قدرے حیران نگاہیں اس پر جماتے ہوئے وہ اٹھ بیٹھا تو نشاء شپٹا کر رہ گئی۔

''تو تم کیا سمجھ رہے ہو' میں تم سے جھوٹ بول رہی ہوں۔'' ایک دم بھڑک کر اپنی شرارت پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی مگر وہ ذرا متاثر نہ ہوا۔

''نہ...... نہ میڈم' ہماری یہ مجال کہاں ویسے اس محبت اور نوازش کا شکریہ چلیے اب جلدی سے لگا دیجیے مہندی۔'' اس کا ہاتھ چھوڑ کر وہ خاصی سہولت سے بولا تو نشاء غصے سے اسے گھور کر رہ گئی۔ جو اپنی چوڑی ہتھیلی اس کے سامنے پھیلائے ہوئے تھا۔

''پاگل ہو گئے ہو کیا؟ کوئی اوپر آ گیا تو؟'' روانی میں وہ کہہ گئی تو ایک دھیمی سی مسکراہٹ کاشان کے لبوں کو چھو گئی۔

''تو آ جائے ناں تم کیوں ڈر رہی ہو' تم کسی غلط مقصد سے تھوڑی آئی ہو۔'' وہ بھی اپنے نام کا ایک تھا۔ نشاء الجھ کر رہ گئی۔ اپنی ہی شرارت اتنی مہنگی پڑ جائے گی اس نے قطعی نہیں سوچا تھا۔

''وہ اصل میں کاشی میں تو تم سے بدلہ لینے آئی تھی۔ اسی لیے مہندی تمہارے ہاتھوں پر نہیں گالوں پر لگانا چاہتی تھی مگر مجھے کیا پتا تھا تم اتنے گھنے ہو' ایسے جاگ جاؤ گے' عین وقت پر۔'' کوئی راہ فرار نہ پا کر بالآخر ہمیشہ کی طرح اسے اپنے

جرم کا اعتراف کرنا پڑا تو کاشان کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

''تو اصل بات یہ تھی۔ ویسے جناب بھلا ہو آپ کی ان حسین چوڑیوں اور مترنم کھلکھلاہٹ کا کہ میں عین وقت پر جاگ کر چور کو موقع واردات پر گرفتار کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ ورنہ صبح تک تو میں بے چارہ ہر کسی سے منہ چھپائے پھر رہا ہوتا اور لوگ مفت میں حیران ہوتے کہ شادی تو احمد کی ہو رہی ہے۔ پھر یہ کاشان صاحب کیوں شرمائے پھر رہے ہیں۔ بھلا بتاؤ میں کس کس کو پکڑ کر حقیقت حال سے آگاہ کرتا۔ خیر جناب۔ آپ چونکہ یہاں برے ارادے سے آئیں لہٰذا آپ کو سزا تو ضرور ملے گی۔'' دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر وہ اس کی حالت زار سے محظوظ ہوتے ہوئے بولا۔ تو نشاء ایک دم تپ گئی۔

''یہ کیا بدتمیزی ہے اور مجھے کس چیز کی سزا ملے گی۔ میں شرافت سے اپنی شرارت مان تو چکی ہوں۔'' ایکدم گھبرا کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی تو کاشان نے پھر سے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''دیکھو کاشی' برداشت کی بھی حد ہوتی ہے۔ اس سے پہلے کہ میں بلاوجہ تم سے الجھ پڑوں ہاتھ چھوڑو میرا۔'' غصے کی سرخی سے اس کا چہرہ لال ٹماٹر جیسا ہو گیا۔ کاشان نے بے حد دلچسپی سے اس کا یہ روپ دیکھا۔

''فرض کرو اگر میں نہ چھوڑوں تو تم کیا کر لو گی۔'' وہ اس وقت بھرپور شرارت کے موڈ میں تھا۔ نشاء کا دل چاہا کہ کوئی چیز اس کے سر پر دے مارے یا اس کا گلا ہی دبا دے۔

''دیکھو اگر تم نے ایک سیکنڈ کے اندر اندر میرا ہاتھ نہیں چھوڑا' تو میں چیخ چیخ کر سارے گھر والوں کو یہاں اکٹھا کر لوں گی۔'' شہادت کی انگلی اٹھا کر خاصے خطرناک تیوروں سے اسے وارن کرتی وہ کاشان کو بے حد اچھی لگی۔

''ایز یو وش میڈم' ویسے گھر والے آپ سے پوچھیں گے کہ آدھی رات کے وقت آپ یہاں کیا کر رہی تھیں تو کیا جواب دیں گی آپ؟ کیونکہ ظاہر ہے میں تو آپ کو اٹھا کر یہاں تک لایا نہیں آپ اپنی مرضی سے' اپنے ہی قدموں پر چل کر یہاں تشریف لائی ہیں۔'' وہ بھلا اس کی دھمکیوں سے مرعوب ہونے والا کہاں تھا۔ الٹا نشاء کو ہی سوچ میں ڈال دیا۔ بات اس کی سمجھ میں آ گئی تھی۔ تب ہی چہرے پر جلال کی جگہ معصومیت نے لے لی اور وہ اس کی منت سماجت پر اتر آئی۔

''کاشی' پلیز مجھے معاف کر دو' تم تو میرے اتنے اچھے دوست ہو' پلیز جانے دو مجھے۔'' وقت پڑنے پر گدھے کو باپ کہنے کی نوبت آ چکی تھی سو وہ بھی ساری اکڑ بھول کر حلیمی سے درخواست کرنے لگی اور اس سے پہلے کہ کاشان کوئی جواب دیتا سیڑھیوں پر کسی کے قدموں کی چاپ ابھری۔ نشاء نے بے حد گھبرا کر کاشان کی طرف دیکھا جو خود ساری شوخی شرارت بھول بھال کر فکرمند ہو گیا تھا۔ لاکھ وہ اسے ستاتا مگر اس کی عزت کاشان کو اپنی جان سے بھی زیادہ پیاری تھی۔ جلدی سے اس نے نشاء کو بازو سے پکڑ کر بیڈ پر لٹا دیا اور اپنا کمبل اس پر ڈال دیا۔ فوری طور پر اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔

دروازہ ہلکی سی آواز کے ساتھ کھل گیا اور مبین انکل اندر چلے آئے۔ مبین' شفیع' نشاء اور کاشان دونوں کے مشترکہ خالو تھے۔ انہیں دیکھ کر ہی کاشان کا رنگ زرد پڑ گیا کہ اگر انہیں نشاء کی یہاں موجودگی کا ذرا سا بھی شک پڑ گیا تو بات کہاں کی کہاں جا پہنچے گی۔

''انکل آپ؟ اس وقت یہاں؟'' خشک لبوں پر زبان پھیر کر وہ بمشکل کہہ سکا۔ نشاء کی شرارت

www.paksociety.com

اسے کافی بھاری پڑ رہی تھی۔

''ہاں برخوردار وہ اصل میں' میں تم سے کل برات وغیرہ کے انتظامات کے بارے میں بات کرنے آیا تھا۔ احمد کا تو خیر سے کوئی مسئلہ نہیں مگر مشال بٹیا کی برات کا استقبال تو شایان شان طریقے سے ہونا چاہیے کہ نہیں۔ احمد اور طلحہ کو تو تم جانتے ہو کتنے لاپروا ہیں۔ پھر بیٹے کل کا سارا انتظام تم ہی کو سنبھالنا ہے ناں اسی لیے میں تمہارے پاس چلا آیا۔''

مبین انکل بولنے کے بے حد شوقین تھے۔ ہمیشہ اپنی بات کی تفصیلی تشریح کر کے دم لیتے اور کاشان جو شدید تھکن کے باعث صبح کی مصروفیت سے معذرت کر لینے کا پکا ارادہ کر چکا تھا۔ اب ان سے جان چھڑانے کے لیے زور زور سے سر اثبات میں ہلا دیا۔

''ہاں' ہاں انکل' کیوں نہیں' میں آپ کی مدد نہیں کروں گا تو اور کون کرے گا۔ آپ بالکل بے فکر ہو جائیں۔ صبح سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔'' وہ جلد سے جلد انہیں وہاں سے رخصت کرنا چاہتا تھا کیونکہ ایک تو نشاء کمبل کے اندر اسے چٹکیاں کاٹ رہی تھی کہ انکل کو جلدی رخصت کرو۔ دوسرا وہ جانتا تھا کہ اگر انکل کو ذرا سا بھی موقع دیا گیا تو وہ پتا نہیں کون کون سی باتیں بکھیر کر بیٹھ جائیں گے۔

''شاباش بیٹے' مجھے تم سے یہی امید تھی۔ میں اب چلتا ہوں بلکہ میرا خیال ہے میں تمہارے ساتھ ہی لیٹ جاتا ہوں۔ نیچے تو اتنا شور ہو رہا ہے کہ سونا ممکن ہی نہیں۔'' مبین انکل دروازے کی سمت بڑھتے بڑھتے ایکدم سے واپس پلٹ آئے تو کاشان کی جان پر بن آئی۔

''نہیں نہیں انکل' آپ پلیز نیچے ہی چلے جائیے کیونکہ میں تو سوتے میں اتنے خوفناک خراٹے لیتا ہوں کہ آپ ایک منٹ بھی نہیں سوسکیں گے۔ نیچے کا شور تو جیسے اب ختم ہوا ہی چاہتا ہے۔ جب کہ میں تو ساری رات آپ کو سونے نہیں دوں گا۔'' اس نے کچھ ایسے خوفناک انداز میں انہیں ڈرایا کہ بے چارے انکل کو اپنا ارادہ تبدیل کرنا ہی پڑا۔ ان کے کمرے سے باہر نکلتے ہی کاشان نے سکون کا سانس لیا۔ پھر قدرے برہمی سے نشاء کو دیکھتے ہوئے ڈپٹ کر بولا۔

''تمہیں یہ بے کار کی شرارتیں سوچنے کے علاوہ اور کوئی کام نہیں ہے۔ لے کر جان پر بنا دی میری۔''

نشاء کو اپنی غلطی کا احساس بخوبی ہو چکا تھا۔ لہٰذا سر جھکا کے خاموشی سے سنتی رہی تو کاشان کو اس ادا پر بھی ٹوٹ کر پیار آیا۔

''چلو اب جاؤ نیچے اور آئندہ اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنے کی کوئی حماقت مت کرنا۔''

اس سے پہلے کہ اس سے کوئی خطا سرزد ہو جاتی' وہ رخ پھیر کر خاصے رعب سے بولا۔ نشاء خاموشی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ پھر جونہی دروازے تک آئی کاشان نے پیچھے سے پکار لیا۔ وہ بے حد حیرانی سے واپس پلٹی۔

''اور آئندہ اتنی محنت سے تیار ہو کر خوب صورت بننے کی بھی کوئی ضرورت نہیں' جیسی ہو ویسی رہا کرو' اوکے۔''

جانے وہ تعریف کر رہا تھا یا نصیحت' نشاء کچھ دیر الجھی نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی۔ پھر سر جھٹک کر کمرے سے باہر نکل آئی۔

☆☆

شادی بخیر و عافیت گزر گئی۔ کاشان تاحال مصروف تھا مگر نشاء نے فراغت پاتے ہی فوراً آفس جوائن کر لیا۔ تقریباً سات آٹھ روز کے بعد وہ جونہی اپنے کیبن میں داخل ہوئی اس کی بیسٹ فرینڈ عاشی لپک کر اس کے قریب چلی آئی۔

''ہیلو ڈیئر فرینڈ کہو دو عدد کزنز کی شادی کا فنکشن کیسا رہا؟''

''اے ون۔''

''جناب میرے پاس بھی تمہارے لیے ایک اے ون نیوز ہے؟''

اپنے مخصوص کھنکتے لہجے میں وہ چہکی تو نشاء نے قدرے متجسس نگاہوں سے اسے دیکھا۔ جیسے پوچھ رہی ہو کیا؟ اس کی استفہامیہ نگاہوں کا مفہوم سمجھتے ہوئے وہ خود ہی شروع ہوئی۔

''جناب! ہمارے قابل احترام باس سر عباس نقوی دل کے عارضے کے سلسلے میں پرسوں لندن اپنے بڑے بیٹے کے پاس تشریف لے جا چکے ہیں اور یہاں ان کی غیر موجودگی میں یہ آفس ان کے لاڈلے سپوت جناب یاور نقوی صاحب سنبھالیں گے۔ بلکہ سنبھال رہے ہیں۔ اف نشاء تم انہیں ایک نظر دیکھو گی ناں تو سانس لینا بھول جاؤ گی۔ یار کیا غضب کی پرسنالٹی ہے۔ لگتا ہے خدا نے بڑی ہی فرصت سے کسی فارغ ٹائم میں' دل لگا کر بنایا ہے۔ غرور اس بندے پر جچتا ہے۔ مگر ظالم مغرور ہے نہیں۔ بے حد فرینڈلی طبیعت ہے ان کی۔ تم ان سے ملو گی ناں تو اپنا پن بھول جاؤ گی۔'' ایک ہی سانس میں وہ بڑی دلجمعی کے ساتھ یاور نقوی کے قصیدے پڑھنے میں مگن تھی' جب بھاری قدموں کی چاپ' پشت پر ابھری۔

''محترمہ! میرے خیال میں مبالغہ آرائی کافی ہو گئی۔ اب پلیز آپ اپنا کام کرنا شروع کر دیجیے۔'' وہ اس کی ساری باتیں سن چکا تھا۔ عاشی تو مارے شرم کے پانی پانی ہو گئی۔ سر اٹھا کر ان کی طرف دیکھنا دوبھر ہو گیا۔ جبکہ ایک محظوظ سی مسکراہٹ نے نشاء کے لبوں کا احاطہ کر لیا۔

اور آپ محترمہ ان سے فارغ ہو جائیں تو پلیز میرے آفس میں تشریف لے آئیے گا۔ کافی کام ادھورے پڑے ہیں۔'' اگلے ہی پل وہ اس کی طرف گھوما تھا اور خاصے نپے تلے انداز میں حکم صادر کر کے یہ جا وہ جا۔

عاشی نے جتنا قصیدہ اس کی خوب صورت شخصیت کا پڑھا تھا۔ اس سے کہیں بڑھ کر تو اس کی آواز پیاری تھی۔ ایک پل کے لیے تو وہ کھو سی گئی۔ کتنی سحر انگیز شخصیت کا مالک تھا وہ' جسے محض خوب صورت لگنا' مدھر' میٹھا میٹھا بولنا' ہی نہ آتا تھا بلکہ سامنے والے بندے پر جادو کرنا بھی آتا تھا۔ ایسے ہی شخص کے تو خواب دیکھتی تھی وہ۔ جو بے حد خوب صورت ہونے کے ساتھ ساتھ بے حد مالدار بھی ہو' اتنا اثر و رسوخ رکھتا ہو کہ دنیا جھک کر سلام کرے' وہ کب کا وہاں سے جا چکا تھا مگر اس کے قیمتی پرفیوم کی مہک تاحال نشاء کو مدہوش کیے ہوئے تھی۔

''اُف آج تو برے پھنسے۔'' عاشی نے ہنستے ہوئے اسے کہنی ماری تو وہ خیالات سے چونکی۔ پہلو میں موجود دل اب بھی دھڑ دھڑ کر رہا تھا۔ ٹانگیں الگ کانپ رہی تھیں۔ پہلی بار ایسا ہوا تھا کہ وہ کسی کے زیر اثر آئی تھی۔ وگرنہ آج تک اپنے حسن کے زعم میں وہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتی تھی۔ حتیٰ کہ کاشان کو بھی نہیں۔ جو اپنی خوبرو پرسنالٹی کے باعث کسی بھی اچھی لڑکی کا آئیڈیل ہو سکتا تھا۔

محبت کسی آکٹوپس کی طرح دل وادی پر حملہ کر کے وہاں اپنے پنجے گاڑ لیتی ہے۔ یہ تو اس نے ہزار کہانیوں میں پڑھا تھا مگر آج بذات خود اس کا حقیقی تجربہ اس کے ساتھ پہلی مرتبہ ہوا تھا اور وہ اپنی اس کیفیت پر بے حد کنفیوژ تھی۔

بمشکل خود پر کنٹرول پا کر وہ اس کے کمرے میں داخل ہوئی تو اسے فون پر محو گفتگو پایا۔ اسے کمرے میں داخل ہونے کی اجازت دینے کے بعد وہ اسے بیٹھنے کا اشارہ بھی دے چکا تھا۔ نشاء نے خاصی گہری نگاہوں سے اس کا تفصیلی جائزہ

لیا۔ بلیک تھری پیس سوٹ میں خاصی نفاست سے تیار ہوئے وہ بے حد دل کش لگ رہا تھا۔

''جی مس نشاء احمد' کہیے کیسی رہی آپ کے کزنز کی شادی؟'' جونہی وہ فون سے فارغ ہوا توجہ اس کی جانب مبذول کرلی جو بڑی گہری نگاہوں سے اس کا جائزہ لے رہی تھی۔

''بہت اچھی رہی سر۔'' مختصر جواب ہی دے سکی۔

''اوکے آج سے آپ اپنی ڈیوٹی سنبھال لیں میں کام کے سلسلے میں کسی قسم کی کوتاہی ہرگز برداشت نہیں کرسکتا' لہٰذا پلیز اپنی مکمل توجہ اپنے کام پر مرکوز رکھیے اور ہاں آپ کو کسی بھی قسم کا کوئی مسئلہ ہو' پریشانی ہو یا کسی قسم کی مدد کی ضرورت ہو آپ بلاتکلف مجھ سے رابطہ کرسکتی ہیں۔ اوکے۔''

پتا نہیں وہ روڈ انداز میں بول رہا تھا یا اپنائیت بھرے انداز میں' نشاء دھیان ہی نہ دے سکی، وہ تو اس کی آنکھوں کے سحر میں کھوئی ہوئی تھی۔ اس کے ملتے ہونٹ' اس کی توجہ اپنی جانب کھینچے ہوئے تھے۔ پھر وہ اس کی بات کیسے سمجھ سکتی تھی۔ لہٰذا خاموشی سے سرہلا کر رہ گئی۔

''گڈ...... اب آپ پلیز جائیے اور اپنا کام شروع کیجیے۔'' اسے دوبارہ آرڈر دے کر وہ فون کے نمبر پریس کرنے لگا' تو نشاء خاموشی سے آخری نظر اس پر ڈال کر باہر نکل آئی۔

''کیوں کہیے جناب کیسے لگے ہمارے نیو باس' اچھے لگے ناں؟'' عاشی بے حد کھلنڈری لڑکی تھی۔ ذرا جو ایک منٹ خاموش بیٹھ جاتی' کبھی کبھی تو نشاء کو لگتا کہ وہ سب کو دھوکہ دے رہی ہے۔ اس کا لباس' بول چال' رنگ ڈھنگ' اسے کسی طرح ایک عام سی غریب لڑکی ظاہر نہیں کرتے تھے۔ نشاء نے گھور کر اسے دیکھا۔ تو وہ پھر سے کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ نشاء کو مجبوراً اپنا سر جھکانا پڑا کہ مبادا کہیں وہ اس کے دل کا چور پکڑ ہی نہ لے۔ اس روز وہ تمام وقت خاموشی سے سر جھکائے اپنا کام کرتی رہی تھی۔

اگلے دن وہ ابھی آفس آئی ہی تھی کہ یاور نقوی نے اسے بلا بھیجا۔ عاشی آج چھٹی پر تھی' اسے کافی گھبراہٹ ہوئی' مرے مرے سے قدم اٹھاتی وہ اس کے کمرے میں داخل ہوئی تو یاور نقوی کو خاصے غصے میں پایا۔

''محترمہ! ٹائم دیکھ رہی ہیں آپ پورے گیارہ منٹ لیٹ ہیں آپ اور اوپر سے یہ فائل دیکھیے کل کتنی غلطیاں کی ہیں آپ نے؟'' اس کے اندر داخل ہوتے ہی وہ شروع ہوگیا تھا۔ نشاء تو مارے خوف کے سہم کر رہ گئی۔ آنکھیں فوراً آنسوؤں سے بھر آئیں مگر اس نے مطلق پرواہ نہ کی۔ الٹا مزید گرج کر بولا۔

''دیکھیے میں آپ سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ میں کام میں کسی قسم کی کوتاہی برداشت نہیں کرتا۔ پھر یہ لاپروائی کیوں؟''

''سوری سر آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔'' سر جھکا کے بھرائے ہوئے لہجے میں وہ بمشکل کہہ پائی۔

''اوکے مگر کل کیوں ہوا؟'' وہ باقاعدہ جرح پر آمادہ تھا۔ نشاء الجھ کر رہ گئی مگر کوئی نہ کوئی جواب تو دینا ہی تھا۔

''کل میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی۔''

اس کے دھیمے لہجے پر کہنے سے یاور نے خاصی حیرانی سے اسے دیکھا پھر اثبات میں سرہلا کر اسے جانے کی اجازت دے دی۔

دن اپنی مخصوص رفتار سے گزر رہے تھے اور نشاء ہر گزرتے دن کے ساتھ یاور کی محبت میں آگے ہی آگے بڑھتی جارہی تھی۔ خوب صورت زندگی کے سہانے خوابوں نے اسے اپنا آپ ہی بھلا دیا تھا۔ کاشان پہلے کی طرح اسے چھیڑتا تنگ کرتا مگر نشاء نے اس کی حرکتوں پر چڑنا ہی چھوڑ دیا تھا اور یہی بات کاشان کو فکرمند کرگئی تھی۔ وہ کچھ سوچنے پر مجبور ہوگیا تھا۔

نشاء جو پہلے ہفتے میں دو تین چھٹیاں کرنا ضروری سمجھتی تھی اب چھٹی کے بعد اسے گھر کاٹ کھانے کو دوڑتا تھا۔ حالانکہ یاور نے کبھی اس کی حوصلہ افزائی نہیں کی تھی' کبھی نظر بھر کر دیکھا بھی نہیں مگر وہ پھر بھی اسی پر فدا تھی۔ آفس میں اس کی موجودگی ہی نشاء کے لیے کسی نشے سے کم نہیں تھی۔

اس روز بھی وہ سر جھکائے خاموشی سے اپنے کام میں مصروف تھی جب یاور نے اسے اپنے آفس میں آنے کی ہدایت کی۔ دروازے پر ناک کر کے اجازت طلب کی اور اندر چلی آئی تو یاور نقوی کو کسی سوچ میں ڈوبے پایا مگر اسے دیکھتے ہی وہ سیدھا ہو بیٹھا۔

''آئیے مس نشاء بیٹھیے پلیز۔'' اس کا رویہ آفس کے تمام ورکرز کے ساتھ دوستانہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آفس کے تمام لوگ اس کی کمپنی کو بے حد انجوائے کرتے تھے۔

''دیکھیے مس نشاء کل ہم ایک اہم ڈیل کے سلسلے میں ایک پارٹی میں شرکت کررہے ہیں۔ مسٹر منصور احمد کے گھر' پارٹی ارینج کی جارہی ہے آپ کل شام ٹھیک سات بجے میرے ساتھ وہاں چل رہی ہیں' اوکے۔''

وہ ہمیشہ سے اپنی بات دوٹوک لہجے میں کہنے کا عادی تھا۔ نشاء نے تابعداری سے سر جھکا کے رضا مندی دے دی۔ دل ایک انوکھی سی خوشی کی سرشاری میں ڈوب گیا۔ وہ اس کے آفس سے نکلی تو بہت مسرور تھی اور یہ منظر کاشان نے بہت غور سے دیکھا تھا۔

اگلے روز ٹھیک شام سات بجے وہ یاور نقوی کے ساتھ اس کی قیمتی گاڑی میں فرنٹ سیٹ پر بیٹھی گویا ہواؤں میں اڑ رہی تھی۔ بلیک جارجٹ کے خوب صورت سوٹ پر مکیش کے کام نے چار چاند لگا دیے تھے۔ یاور نقوی نے پہلی مرتبہ اسے کافی ستائش سے دیکھا۔ خود وہ گرے تھری پیس سوٹ میں نفاست سے تیار ہوئے بے حد وجیہہ لگ رہا تھا۔

وہ لوگ منصور احمد کے گھر پہنچے تو وہاں کافی گیدرنگ ہوچکی تھی اور نقوی کے شانہ بشانہ قدم سے قدم ملا کر چلنا اسے بے حد اچھا لگ رہا تھا اور آج تو یاور نقوی بھی اپنی سنجیدگی کے خول کو توڑ کر بہت ہشاش بشاش نظر آرہا تھا۔ بات بات پر قہقہے لگاتا ہوا۔ دوست احباب سے چھیڑ چھاڑ' ہنسی مذاق کرتا ہوا وہ اسے ٹوٹ کر پیارا لگ رہا تھا۔ تب ہی وہ اسے بازو سے تھام کر ایک تنہا سی کھڑی لڑکی کے قریب لے آیا۔

''نشی! ان سے ملو یہ ہیں مس نوین آفندی' میری فرسٹ کزن اور نوین یہ نشاء ہے میری بے حد اچھی دوست۔'' یاور کے الفاظ تھے کہ مہکتے پھول۔ وہ تو ہونقوں کی طرح منہ اٹھائے اسے دیکھتی رہ گئی۔ جو کسی پرکشش سی لڑکی سے اسے مسکرا کر متعارف کروا رہا تھا۔

''ہیلو۔'' اس کے مقابل کھڑی وہ بظاہر عام سے نقوش والی لڑکی تھی مگر دیکھنے میں خاصی پرکشش لگتی تھی۔ نشاء نے سرسری انداز میں اسے دیکھ کر ہاتھ ملایا۔

''ایکسیوزمی' میں ابھی آئی۔'' اس سے ہاتھ ملانے کے فوراً بعد وہ لڑکی وہاں سے ہٹ گئی۔ نشاء کو اس کے لہجے کی کپکپاہٹ اور آنکھوں میں تیرتی نمی واضح محسوس ہوئی مگر اس نے سر جھٹک دیا۔ یاور نقوی نے بے ساختہ ہی ایک زبردست قہقہہ لگایا تھا اور وہ حیرانی سے ٹکر ٹکر اسے بے وجہ ہنستے دیکھتی رہی۔

پارٹی ابھی جاری تھی جب کھانے وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد یاور اس کے قریب آ کھڑا ہوا۔

''چلیں۔''

خوب صورت نگاہوں میں کئی جگنو مقید تھے' لبوں پر دھیمی دھیمی سی مسکراہٹ تھی اور وہ اس سے نہایت شائستگی کے ساتھ مخاطب تھا۔ نشاء نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر جب وہ گاڑی میں اس کے برابر آ کر بیٹھی تو لب خود بہ خود ہی وا ہو گئے۔

''سر آج میں نے پہلی مرتبہ آپ کو بے حد خوش دیکھا ہے اور آپ شاید نہیں جانتے جب آپ خوش ہوتے ہیں تو کتنے اچھے لگتے ہیں۔'' بزدل اور ڈری سہمی تو وہ کبھی نہ رہی تھی مگر یاور نقوی جسے دیکھتے ہی وہ سن ہو جایا کرتی تھی۔ اس سے ایسا اظہار تو یقیناً بہادری ہی تھا۔

''واقعی۔'' کمال ہے مجھے آج تک پتا ہی نہیں چلا۔'' گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے اس نے گردن موڑ کر حیرانی سے نشاء کو دیکھا اور پھر سے ہنس پڑا تھا۔ اب کے نشاء اپنی آنکھوں کو اسے جی بھر کر دیکھنے سے باز نہیں رکھ پائی۔ تھوڑی سی ڈرائیونگ کے بعد یاور نے ایک آئس کریم پارلر کے باہر گاڑی روک دی۔ نشاء حیران حیران سی قدرے مسرور اس کے ہمراہ اندر چلی آئی۔

''تمہیں پتا ہے نشاء آج میں اتنا خوش کیوں ہوں؟'' قدرے پرسکون سے گوشے میں اس کے بالکل سامنے بیٹھا وہ کہہ رہا تھا۔ نشاء نے نفی میں سر ہلا دیا تو وہ پھر ہنس پڑا۔

''یہ تم کیا منہ میں گڑ لے کر بیٹھ گئی ہو۔ کچھ تو منہ کو زحمت دو بھئی۔''

نشاء کے لیے اس کا آپ سے تم پر آنا ہی قبول نہیں ہو رہا تھا تو وہ بولڈنیس کا مظاہرہ کیسے کرتی' کیسے بتاتی کہ وہ یاور ہے کاشان نہیں' جس کے سامنے وہ دھڑ سے پٹاپٹ کچھ بھی بول لیتی تھی۔ یاور نے اسے دھیمے سے مسکراتے دیکھا تو خود بھی مسکرا دیا۔

''ویسے ایک بات ہے نشی تم ہنستی بھی بہت پیاری ہو۔'' اگلے ہی پل وہ پھر مسکرا کر بولا تو نشاء بے ہوش ہوتے ہوتے بچی آج یاور نقوی کا یہ انوکھا سا دلفریب روپ اسے از حد اچھا لگ رہا تھا۔

''شکریہ سر۔'' دھیمے سے مسکرا کے وہ یہی کہہ سکی۔

''چلو اب چلتے ہیں' بہت دیر ہو گئی ہے۔ ویسے آج سے تم میری بہت پیاری سی دوست بن گئی ہو۔ لہٰذا آئندہ جب بھی مجھ سے بات کرو کھل کر کرنا' دل میں یا ذہن میں یہ باس والا کا خوف نہ ہوا وے۔''

والٹ سے پیسے نکال کر ٹیبل پر رکھتے ہوئے وہ اپنائیت سے بھرپور لہجے میں بولا تو نشاء نے مسکرا کر سر جھکا دیا۔ یہ خوب صورت دن ہمیشہ کے لیے ایک یادگار دن کی حیثیت اختیار کر گیا مگر یاور کے بے حد خوش ہونے کا راز عیاں نہ ہو سکا تھا۔

اس روز بھی وہ یاور نقوی کے خیالوں میں گم چھوٹے سے لان کے کنارے برآمدے کی سیڑھیوں پر بیٹھی' دھیمے دھیمے مسکرا رہی تھی جب کاشان اچانک اس کے پہلو میں آ بیٹھا۔ نشاء نے چونک کر خاصی حیرانی سے اسے دیکھا جو اس وقت بے حد افسردہ لگ رہا تھا۔

''یہ آج کل تم کن ہواؤں میں اڑ رہی ہو نشاء؟'' بے حد سپاٹ لہجے میں وہ بولا تھا۔ نشاء نے قدرے الجھ کر اسے دیکھا۔

''کیوں تم نے کن ہواؤں میں اڑتے دیکھ لیا مجھے؟'' جواب اسی لہجے میں واپس لوٹایا۔

''میں یاور نقوی کی بات کر رہا ہوں نشاء تمہارا

اس کے ساتھ ہر وقت کا ملاپ ہزار کہانیوں کو جنم دے رہا ہے۔'' وہ بے حد جلا ہوا تھا۔ تب ہی لہجے میں اتنی گرمی تھی کہ فوراً کام کی بات پر آ گیا۔ نشاء اپنے اندر اٹھنے والے غصے کا ابال دبا نہ سکی۔

''میں اپنے کسی عمل کے لیے جواب دہ نہیں ہوں مسٹر کاشان۔ یہ میری زندگی ہے' جیسے میں جیسے چاہوں بسر کروں' کسی کو کوئی اعتراض ہے؟''

''ہاں ہے اعتراض مجھے اعتراض ہے۔ کیونکہ میں تمہارا دوست ہوں' کزن ہوں' دفتر کے لوگوں کی غلط باتیں' رکیک جملے' تمہارے حوالے سے نہیں سن سکتا میں۔'' وہ بے حد تپ کر بولا تھا۔ نشاء نے قدرے سلگ کر اسے دیکھا۔

''جسٹ اسٹاپ اٹ کاشی' تمہیں میری فکر میں دبلا ہونے کی قطعی کوئی ضرورت نہیں اور جہاں تک دفتر کے لوگوں کی بات ہے تو دنیا کا تو کام ہی بات کا بتنگڑ بنانا ہے میری بلا سے وہ جو چاہیں فرض کرتے پھریں' مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔'' بے حد تپ کر وہ بولی تھی۔ لہجہ خاصی حد تک غضب ناک ہو گیا۔ ایک جھٹکے سے وہ اٹھی تھی مگر جاتے جاتے پھر واپس پلٹی۔

''اور ہاں تم میرے کزن ہو' کزن بن کر رہو' شوہر بننے کی کوشش مت کرو۔'' کوئی یاور نقوی پر انگلی اٹھائے' وہ کہاں برداشت کر سکتی تھی' کاشان دھواں دھواں آنکھوں سے اسے جاتے دیکھتا رہا۔ وہ یاور نقوی کے لیے اتنی ایموشنل ہو جائے گی کاشان کو اس کا تصور بھی نہیں تھا۔ یہ اس کی وہ کزن تھی جو ہمیشہ اپنا ہر دکھ' ہر خوشی صرف اسی سے شیئر کرتی تھی۔ کاشان کو بخوبی یاد تھا کہ کچھ برس پہلے جب ایک دن اسے بخار نے جکڑ لیا تھا تو وہ کتنی پریشان ہوئی تھی۔ رات بھر اس کے سرہانے بیٹھی ماتھے پر ٹھنڈی پٹیاں رکھتے روتی رہی تھی اور ایک مرتبہ جب وہ لوگ کافی سارے کزنز کے ساتھ شمالی علاقہ جات کی سیر کو گئے تھے اور کاشان یونہی جان بوجھ کر ایک پہاڑی سے پھسل پڑا تھا تو نشاء کے چہرے کا رنگ کیسے سفید پڑ گیا تھا۔ کتنی بلند چیخ ماری تھی اس نے اور جب کاشان نے اسے بتایا کہ وہ اسے محض تنگ کر رہا تھا تو وہ کتنا لڑی تھی اس سے تین دن تک کلام نہیں کیا تھا۔ کاشان کو اس کی ایک ایک ادا یاد آ رہی تھی اور آج وہ کتنے روڈ انداز میں تکلیف دہ جملے کہہ گئی تھی۔ جیسے کاشان کا اس پر کوئی حق ہی نہ ہو وہ اس کا کچھ لگتا ہی نہ ہو۔ بے اختیار ہی اس کی پلکیں بھیگ گئیں اور وہ اٹھ کر سیدھا گھر چلا آیا۔

اماں اب وقتاً فوقتاً اس کی شادی کا تذکرہ چھیڑے رکھتی تھی اور وہ ایسی باتیں سن کر افسردہ سا ہو جاتا۔ نشاء کا اس روز والا انداز ذہن سے نکل ہی نہیں رہا تھا۔ مگر اماں کو کون روکتا۔ وہ جب کسی بات کی ٹھان لیتیں تو ہرگز پیچھے نہیں ہٹتی تھیں۔ اتوار کا دن تھا۔ لہٰذا اماں کو رخصت کرنے کے بعد وہ صحن میں ہی چارپائی ڈال کر لیٹ گیا۔ تھوڑی ہی دیر میں نیند غالب آنے لگی تو اس نے پلکیں موندھ لیں اور ابھی اسے سوئے شاید چھ سات منٹ ہی گزرے ہوں گے کہ جب اچانک آنکھوں پر کسی کے ٹھنڈے ہاتھوں کا لمس محسوس ہوا کاشان کی آنکھ کھل گئی اس نے ایک جھٹکے سے ہاتھ ہٹائے تو نشاء کا مسکراتا چہرہ نظر آیا۔

''کاشی' ناراض ہو؟'' اس پر جھکے وہ بڑے دوستانہ انداز میں بول رہی تھی۔ مگر کاشان نے غصے سے منہ پھیر لیا۔

''اف تمہیں کس بے وقوف نے کہہ دیا کہ تم غصے میں بہت پیارے لگتے ہو۔'' زبردستی اسے پکڑ کر سیدھا کرتے ہوئے وہ مسکرا کر بولی تو کاشان مزید برداشت نہ کر سکا۔

''نشاء! پلیز چلی جاؤ یہاں سے' میں تمہاری

شکل بھی دیکھنا نہیں چاہتا۔''

''کیوں میری شکل کیا چڑیلوں جیسی ہوگئی ہے جو تم دیکھنا نہیں چاہتے خیر میں تم سے جھگڑا کرنے نہیں آئی۔ ایکسکیوز کرنے آئی ہوں' پلیز کاشی مجھے معاف کردو بس اس دن مجھے غصہ آگیا۔ پلیز تم تو میرے اتنے اچھے دوست ہو۔'' وہ منٹ میں منت سماجت پر اتر آتی تھی اور کاشان یہیں تو ہار جاتا تھا۔

''او کے مگر آئندہ خیال رکھنا میں ساری دنیا کی نفرت سہہ سکتا ہوں مگر تمہاری نہیں۔'' اس کی طرف دیکھتے ہوئے وہ خاصے ناراض لہجے میں بولا تھا مگر نشاء کھلکھلا کر ہنس پڑی تھی۔

''جانتی ہوں ناں تب ہی تو منانے آگئی۔ ویسے ایک بات بتاؤں۔'' اپنا منہ اس کے کان کے پاس لاکر وہ سرگوشیانہ انداز میں بولی تو حیرانی سے کاشان نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''تم غصے میں بھی بہت پیارے لگتے ہو۔'' ایک دم سے کہہ کر وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی اور اس سے پہلے کہ کاشان اسے پکڑتا وہ جھپاک سے باہر نکل گئی۔

کاشان کے دل میں نشاء کے لیے جو تھوڑی سی بدگمانی پیدا ہوئی تھی وہ فوراً ختم ہوگئی اور اب وہ پھر دیوانوں کی طرح اسے چاہنے لگا۔ اماں نے رشتے کی بات تقریباً طے کرلی تھی اور کاشان اس پر اتنا خوش تھا کہ گویا اسے قارون کا خزانہ مل گیا ہو۔

آفس کی طرف سے کسی کام کے سلسلے میں وہ تقریباً پندرہ بیس دن کے بعد اپنے شہر واپس آیا تو اماں منگنی کی فل تیاری کیے بیٹھی تھیں۔ مہینے کے ابتدائی دن تھے۔ کاشان کی تنخواہ سے اماں نے نشاء کے لیے مزید چیزیں خرید لیں۔ وہ ایک دو دن آرام کرنا چاہتا تھا مگر اماں نے چھوٹ نہیں دی اور اسے ساتھ ہی گھسیٹ لیا۔

خالہ اماں نے پورے شایان شان طریقے سے ان کا استقبال کیا۔ کاشان کا ماتھا چوم کر دعائیں دیں۔ اپنی طرف سے وہ بھی مکمل تیاری کیے ہوئے تھیں۔ کوئی اس وقت کاشان کے دل کا حال پوچھتا جو خوشی سے پاگل ہوا جارہا تھا۔ پچھلے پندرہ دنوں سے اس نے نشاء کو نہیں دیکھا تھا اور اب دل پہلو میں بری طرح مچل رہا تھا۔ اسے صرف ایک نظر دیکھ لینے کو ترس رہا تھا مگر وہ خود پر کنٹرول کیے بڑی مشکل سے دل کو سنبھالے ہوئے تھا۔ خالہ بڑی محبت سے باتیں کررہی تھیں۔ جب نشاء کمرے سے باہر آئی وہ اس وقت کاٹن کے سادہ سے سوٹ میں ملبوس تھی۔ سیاہ تنگ پائنچوں والی شلوار اور سرخ کڑھائی کی نفیس سی قمیض' دوپٹے پر بے پناہ سلوٹیں پڑی تھیں۔ خود اس کا حلیہ بھی بے حد رف تھا۔ بغیر دھلا چہرہ' روئی روئی سی سرخ آنکھیں' چٹیا کی قید سے نکلے ریشمی بالوں کی آوارہ لٹیں' کاشان تو اسے اتنا الجھا ہوا دیکھ کر ہی پریشان ہوگیا۔ دل میں طرح طرح کے وسوسے سر اٹھانے لگے۔

''امی! جب میں آپ سے کہہ چکی ہوں کہ مجھے کاشان سے کسی قیمت پر شادی نہیں کرنی تو آپ کیوں زبردستی کررہی ہیں۔'' وہ سیدھی اپنی ماں سے ہمکلام ہوئی تھی۔ کاشان اور اس کی امی کو تو اس نے آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا تھا۔ کاشان کو لگا جیسے کسی نے پہلو سے اس کا دل نکال کر پاؤں تلے مسل ڈالا ہو۔

''چپ کر بدتمیز کسی کا خیال ہے تمہیں کہ نہیں۔'' خالہ بیگم کو بھی جلال آگیا تھا مگر نشاء کو ان کے غصے کی مطلق پروا نہیں تھی۔

''کیوں کروں چپ' جب میں برملا آپ سے کہہ چکی ہوں کہ میں کاشان کو پسند نہیں کرتی' نہ آج' نہ کل' کسی قیمت پر اس سے شادی نہیں کروں گی تو آپ لوگ کیوں میرے ساتھ زبردستی کررہے ہیں۔''

کاشان کی آنکھیں مارے توہین اور صدمے کے جلنے لگی تھیں جب کہ اس کی ماں حیرانی سے آنکھیں پھاڑے ٹکر ٹکر اپنی لاڈلی بھانجی کو دیکھتی رہیں۔ کاشان نے ہاتھ اٹھا کر خالہ بیگم کو مزید کچھ بھی کہنے سے روک دیا وہ اس سے خود بات کرنا چاہتا تھا۔

''تم مجھ سے شادی کیوں نہیں کرنا چاہتیں نشاء کیا تم مجھے بتاؤ گی؟'' بے حد سپاٹ انداز تھا اس کا۔ دل کی خوب صورت وادی ایک ہی پل میں جل کر راکھ ہوگئی تھی۔

''میں تم سے اس لیے شادی نہیں کرنا چاہتی کاشی کیوں کہ میں یاور نقوی سے محبت کرتی ہوں اور میں یہ بات بار بار اپنی ماں کو بتا چکی ہوں مگر یہ پھر بھی مجھے تمہارے پلے باندھنے پر بضد ہیں۔'' بے حد کھرا اور کٹیلا انداز تھا اس کا۔ کاشان کو شدید ہتک محسوس ہوئی۔

''محبت تو میں بھی تم سے کرتا ہوں نشاء اور بچپن سے کرتا آرہا ہوں۔'' آنکھیں تو دھواں دھواں تھیں ہی لہجہ بھی بھیگ گیا تھا مگر نشاء نے بے حد تنفر سے سر جھٹکا۔

''مجھے تمہاری خالی محبت کا اچار نہیں ڈالنا کاشی اور پلیز تم خود کو یاور کے ساتھ کمپیئر نہ ہی کرو تو بہتر ہے۔ کیونکہ تم چاہو بھی تو اس کے برابر کبھی کھڑے نہیں ہوسکتے۔''

''کیوں ایسا کیا تضاد ہے مجھ میں اور تمہارے اس یاور نقوی میں۔'' اس کے کٹیلے انداز پر نشاء طنز سے مسکرائے بغیر نہ رہ سکی۔

''تضاد مسٹر کاشان وہ آسمان ہے اور تم زمین ہو۔ اس کے پاس بے شمار دولت ہے جو کہ تمہارے پاس نہیں ہے۔ کیا دے سکتے ہو تم مجھے' دو جمع دو کی فکر مہینے کے اینڈ پر راشن ختم ہوجانے کی پریشانی' اپنے بچوں کو بھوک سے بلکتے دیکھنے کا دکھ' مسٹر کاشی میں نے ساری زندگی اپنی ماں کو ایک ایک پیسے کے لیے ترستے دیکھا ہے۔ زندگی کی چھوٹی چھوٹی آسائشوں کی حسرت ان کی آنکھوں میں جمی دیکھی ہے۔ ساری عمر میں اچھے کھلونوں' اچھے کپڑوں' کھانوں کو ترستی رہی ہوں۔ زندگی پر میرا بھی حق ہے اور مجھے کسی صورت گوارہ نہیں کہ میرے بچے بھی ساری عمر معمولی معمولی سی چیزوں کی حسرت کرتے' اپنا بچپن گنوا بیٹھیں۔ دو دو پیسے کی ملازمت کے لیے مارے مارے پھرتے رہیں۔ اوب گئی ہوں میں غربت کی زندگی سے۔ پلیز میری منزل کے راستے کی دیوار مت بنو۔'' بھرائے ہوئے لہجے میں ابھی اس نے اپنی بات ختم ہی کی تھی کہ اماں کا ہاتھ اٹھا اور اس کے گال پر نشان بنا گیا۔ نشاء تڑپ کر رہ گئی۔

''بدلحاظ...... کیا ہوا ہے میری زندگی کو جو تجھے میری جیسی زندگی سے نفرت ہوگئی ہے۔'' ان کی آنکھوں میں آنسو تھے مگر ہونٹ غصے کی شدت سے کپکپا رہے تھے۔ نشاء ایک دم زخمی شیرنی کی مانند بل کھا کر رہ گئی۔

''سننا چاہتی ہیں تو سنیں' گھن لگا ہے آپ کی زندگی کو محرومیوں کا' دکھوں کا اور میں نہیں چاہتی کل کو میرے بچے بھی میری ہر معمولی چیز کو ترستے رہیں۔'' وہ ایکدم جذباتی ہوگئی تھی۔ اماں کو اپنا وجود اس وقت بے حد نڈھال لگا۔

''ارے پاگل ہوگئی ہو تم خدا کا شکر ادا نہیں کرتیں' کس چیز سے ترسایا ہے میں نے تمہیں؟''

''تمہیں دولت چاہیے ناں نشاء' میں کماؤں گا تمہارے لیے' دنیا بھر کی دولت لاکر تمہارے قدموں میں ڈھیر کردوں گا مگر پلیز مجھے مایوس تو مت کرو کوئی امید تو تھماؤ مجھے۔'' اسے لگا وہ تھوڑی

www.paksociety.com

ہی دیر میں رو پڑے گا مگر نشاء تو ہر جذبے سے عاری ہوگئی تھی۔ وہ اس کی حالت کیسے سمجھتی۔ تب ہی بڑی سنگدلی سے بولی۔

''جتنی دولت مجھے چاہیے اسے اکٹھے کرتے کرتے تمہیں ساری عمر لگ جائے گی اور سوری کاشی' میں اپنی زندگی کے خوب صورت لمحات کسی کے انتظار میں برباد نہیں کرسکتی۔''

نہایت ہی سرد مہری سے کہہ کر وہ پھر رکی نہیں تھی۔ کاشان لٹے پٹے دل کے ساتھ وہیں کھڑا رہ گیا۔ اپنے ہی قدموں پر چل کر وہ کیسے گھر واپس آیا' اسے خبر نہ ہوسکی اور اگلے ہی دن وہ یاور نقوی کو اپنا ریزائن پیش کررہا تھا۔ یاور نقوی بے حد حیرانی سے وجہ دریافت کررہا تھا مگر وہ کوئی بھی وضاحت دیئے بغیر آفس سے نکل آیا۔

عاشی کو جونہی کاشان کے اس اقدام کا پتا چلا وہ اپنا دل تھام کر رہ گئی۔ وہ تو کروڑپتی باپ کی اکلوتی بیٹی تھی' جسے نوکری کی کسی بھی طرح کوئی ضرورت نہیں تھی مگر کاشان کی ذات نے اسے کسی کا ملازم بننے پر مجبور کردیا۔ صرف کاشان کے پیچھے ہی وہ اپنا شہر چھوڑ کر' اپنے باپ سے ضد کرکے' عیش و آرام کو ترک کرکے' ایک معمولی سی نوکری کرکے' دو کمروں کے فلیٹ میں رہنے پر مجبور تھی۔ کاشان سے پہلی ملاقات ایک بک اسٹال پر ہوئی تھی۔ جب وہ مختلف پوئٹری بکس اٹھائے دکان سے باہر نکلنے کو ہی تھی کہ تیزی سے دکان کے اندر داخل ہوتے کاشان سے ٹکر ہوگئی۔ کاشان کا سر اس کی نازک سی ناک اور ہونٹوں پر لگا تھا' جس کی وجہ سے ہونٹ پھٹ گئے اور خون بہنا شروع ہوگیا۔ دوسرا بھاری کتابیں چھوٹ کر سیدھی پاؤں پر گریں تو وہ چیخ اٹھی۔ درد کی شدت برداشت سے باہر تھی۔ اس وقت وہ جتنا برا بھلا اسے کہہ سکتی تھی اس نے کہا مگر جواب میں کاشان نے ایک لفظ تک نہ کہا۔ بلکہ اپنے رومال سے اس کا خون صاف کیا۔ بار بار معذرت کی اور گھر ڈراپ کرنے کی آفر بھی کی۔

دوسری بار وہ اسے اپنی عزیز از جان دوست کی منگنی کی تقریب میں نظر آیا اور اس وقت ایکدم سے اس کا دل کاشان احمد پر فدا ہوگیا پھر اپنی دوست کی معرفت ہی اسے کاشان کے بارے میں مکمل معلومات ملیں اور وہ صرف اس کی قربت کے لیے اپنا آبائی شہر چھوڑ کر کراچی چلی آئی۔ صرف اسی کے دیدار کے لیے بے حد معمولی سی جاب کی مگر دل کے جذبوں کو کبھی اس پر آشکارہ نہ ہونے دیا۔

کاشان سے محبت میں اسے ہمیشہ کے لیے پا لینے کی شرط اس نے کبھی نہیں رکھی تھی۔ وہ بس اسے دیکھتی تھی' سوچتی تھی اور بے پناہ چاہتی تھی۔ اب جو کاشان نے آفس چھوڑا تو گویا اس کے دل کی دنیا ہی لٹ گئی۔

''تم نے آفس سے ریزائن کیوں دیا کاشی؟'' شام میں ہی وہ اس کے گھر اس کے سر پر سوار ہو کر پوچھ رہی تھی۔

''میں ملازمت کے بہتر حصول کے لیے امریکہ جارہا ہوں عاشی دعا کرو جلدی بات بن جائے۔'' اپنے حلیے کی طرح وہ خود بھی بے حد الجھا ہوا لگ رہا تھا۔ عاشی کا دل تو جیسے کسی نے مٹھی میں لے لیا۔

''مگر کیوں کاشی تمہاری تو یہاں بھی بہت اچھی جاب ہے۔ پھر ابھی تو تم پڑھ بھی رہے ہو۔''

''مجھے ہر قیمت پر یاور نقوی کے مقابل آنا ہے عاشی' میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ نشاء پھر ہم دونوں میں سے کس کا انتخاب کرتی ہے۔''

''تو تم صرف نشاء کی وجہ سے باہر جارہے ہو۔''

''ہاں۔''

''مگر کاشی......''

''اگر مگر کچھ نہیں اور پلیز تم جاؤ یہاں سے' میں پہلے ہی بہت پریشان ہوں پلیز مجھے اور پریشان مت کرو۔'' دونوں ہاتھوں کی انگلیاں بالوں میں پھنسا کر وہ اکتاہٹ سے بولا تو عاشی لب کاٹ کر وہاں سے ہٹ گئی۔ وہ جان گئی تھی کہ اس وقت اسے کچھ بھی سمجھانا بہت مشکل ہے۔

اگلے بہت سے دن سخت بے قراری کے عالم میں گزر گئے۔ بالآخر عاشی کو کاشان کی مدد کرنا پڑی۔ اس کی سالگرہ تھی اور برتھ ڈے گفٹ کے طور پر عاشی نے اسے امریکہ کے ریٹرن ٹکٹ کا تحفہ دیا۔ کاشان اس تحفے کو قبول کرنے سے انکاری تھا۔ وہ سب کچھ اپنے زور بازو پر کرنا چاہتا تھا مگر عاشی نے کچھ اس طریقے سے اسے قائل کیا کہ کاشان کو عاشی کا احسان لینا ہی پڑا۔

اس کی روانگی کے وقت عاشی کا برا حال تھا۔ وہ سارا وقت اس نے اپنے فلیٹ میں بستر پر رو رو کر گزارا۔ کاشان کو امریکہ پہنچ کر معلوم ہوا کہ عاشی نے صرف اسے یہاں تک بھیجنے کا ہی احسان نہیں کیا تھا بلکہ وہاں اس کی رہائش' اور ملازمت وغیرہ کا انتظام بھی پہلے سے موجود تھا۔ عاشی کے اس قدر حسن سلوک پر آنکھیں بھیگ سی گئیں۔

کاشان کیا گیا عاشی کو لگا وہ اپنے ساتھ اس کا چین و قرار' ہنسی' خوشیاں' جینے کا مقصد' زندگی کی خوب صورتی کا احساس' سب کچھ ہی باندھ کر لے گیا ہو۔ جیسے اس کے بغیر سینے میں مچلتا' دھڑکتا دل درد کا گولا بن کر رہ گیا ہو۔ جس میں صبح و شام ٹیسیں اٹھتی تھیں۔ سب سے ملنا ملانا' ہنسنا بولنا' سب کچھ اس نے ترک کردیا۔ حتیٰ کہ اس سنگدل کا شہر ہی چھوڑ دیا مگر دل کو پھر بھی کسی کل قرار نصیب نہ ہوا۔ سیٹھ صاحب اپنی لاڈلی بیٹی کا یہ حال دیکھ کر بے حد پریشان تھے۔

''پاپا کیا فائدہ آپ کی اتنی دولت کا' جو مجھے میری محبت' میرا قرار' میری خوشی نہ دے سکے۔'' وہ اکثر ان کے گلے لگ کر کہتی اور تڑپ تڑپ کر رو پڑتی۔

☆☆

پورے تین سال یونہی خاموشی سے' اداسیوں کی نظر ہوگئے۔ جب ایک دن وہ اچانک لوٹ آیا۔ سرزمین پاکستان پر پہلا قدم رکھتے ہی نشاء کے ملن اور ساتھ کی تمنا' کسی دعا کی طرح اس کے دل میں جاگی تھی۔ اس وقت وہ کوئی معمولی سا انسان نہیں تھا۔ ایک پڑھا لکھا۔ امیر کبیر اور باشہرت انسان تھا' جس کو آدھی دنیا جھک کر سلام کرتی تھی اور بلاشبہ یہ سب عاشی کے ڈیڈی کی وجہ سے ہوا تھا۔

عاشی کو اپنے آنے کی خبر سے اس نے بے خبر ہی رکھا تھا۔ خیال تھا کہ نشاء سے مل کر پھر دونوں اکٹھے ہی اس کا شکریہ ادا کریں گے اور اسی خیال کے تحت وہ خاصے رف سے حلیے میں نشاء کی طرف آگیا۔ جواب کسی ٹوٹے پھوٹے سے مکان کی بجائے سنگ مرمر سے تعمیر خوب صورت گھر میں رہتی تھی۔ گزرنے والے تین سالوں نے اس کے حسن و شباب میں مزید چار چاند لگا دیئے تھے۔ آنٹی کو نظر کا چشمہ لگ چکا تھا اور وہ پہلے سے خاصی نڈھال وکمزور دکھائی دے رہی تھیں۔

''ہائے کاشان کتنے دنوں بعد ملے ہو' کہاں تھے تم؟'' خوب بنی سنوری وہ کہیں باہر جانے کو تیار تھی۔ جب ایک دم سے کاشان کو سامنے دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ کاشان کو اس کا گرم جوش انداز بھی بے حد مصنوعی لگا۔ تو کیا گزرے تین سالوں کی جدائی بھی تمہارے دل میں میری محبت نہیں ڈال سکی نشاء؟ اپنے ہی آپ سے کہتا وہ ایکدم بکھر سا گیا۔ تاہم دل کا دکھ اس پر ظاہر نہ کیا اور دھیمے سے مسکرا

کے بولا۔

''تم دن کہہ رہی ہو اور مجھے لگتا ہے میں نے تمہیں دیکھے بغیر صدیاں بتا دیں۔ صرف تمہاری خوشی کے لیے تین سال غیر ملکوں کے دھکے کھاتا رہا' تمہارے پل پل کی خبر رکھتا رہا اور آج جب میں تمہیں سب کچھ دے سکتا ہوں تو میں تمہیں تم سے مانگنے چلا آیا ہوں نشا' پلیز اس بار مجھے اپنے در سے خالی ہاتھ مت لوٹانا؟''

محبت بھی انسان کو کتنا ذلیل کروتی ہے۔ وہ شخص جس کا اب عالمی مارکیٹ میں ڈنکا بجتا تھا' اس وقت ایک عام سی لڑکی کے سامنے کھڑا بے بسی سے گڑگڑا رہا تھا۔ کیوں کہ اس لڑکی سے اسے حقیقی محبت تھی۔ نشاء نے کچھ دیر حیران نظروں سے اسے دیکھا پھر کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

''او مائی گاڈ کاشی' میں نے کہا اور تم سچ مچ دولت کے پیچھے بھاگ کھڑے ہوئے؟'' وہ ہنس رہی تھی اور کاشان بناء پلکیں جھپکائے حیرانی سے ٹکرٹکر اسے ہنستے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

''تمہیں سمجھ کیوں نہیں آتی کاشی کہ میں تم سے کسی قیمت پر بھی شادی نہیں کرسکتی۔ دو تین سال مختلف ملکوں کے دھکے کھا کر تم سمجھتے ہو تم یاور کے برابر آ گئے...... باؤ فنی......''

ایک مرتبہ پھر وہ پیٹ پکڑ کر ہنسی سے لوٹ پوٹ ہوگئی۔ کاشان کو اپنا دل ڈوبتا محسوس ہوا۔ تاہم اس نے خود کو سنبھال لیا۔

''میں آج تمہارے گھر سے خالی ہاتھ نہیں جاؤں گا نشاء' آج تمہیں مجھ سے محبت کا اقرار کرنا ہی ہوگا' ورنہ میں یہیں تمہارے گھر کی دیواروں سے سر ٹکرا ٹکرا کر اپنی جان دے دوں گا کیونکہ تمہارے بغیر جینے کا میں نے کبھی نہیں سوچا۔''

''نہیں سوچا تو اب سوچو اور مرنے کا تمہیں اتنا ہی شوق چڑھا ہوا ہے تو اپنی ذمے داری پر مرو' میرے گھر میں مرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔'' بے حد تنفر سے خاصے تیز لہجے میں کہہ کر وہ باہر نکل گئی اور کاشان کو لگا وہ وہیں پتھر ہو گیا ہے۔ اس کی سماعتیں' بصارتیں سب پتھر ہو گئی ہوں۔ وہ کیسے اس کے گھر سے باہر نکلا۔ کیسے گاڑی میں بیٹھا اور کب اپنا توازن کھو بیٹھا اسے کچھ خبر نہ ہوسکی۔ ہوش میں آیا تو سارے جسم میں درد کی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔ اس کا جسم پٹیوں میں جکڑا ہوا تھا اور وہ ایک پرسکون سے کمرے کے بیڈ پر بے بسی سے لیٹا ہوا تھا۔ اس کی ماں اس کا ماتھا چومتی' گالوں پر ہاتھ پھیرتی بری طرح رو رہی تھیں اور اس کے بائیں طرف کھڑا وہ نازک سا وجود جو ہچکیوں کی زد میں تھا اسے ہوش میں واپس آتے دیکھ کر نم آنکھوں سے مسکرا دیا۔

''آنٹی...... آنٹی میں نے کہا تھا ناں کاشی کو کچھ نہیں ہوگا۔ میرے مالک نے میری دعا سن لی آنٹی اس نے میری پرخلوص دعاؤں کو ضائع نہیں کیا۔ میں نے کہا تھا ناں وہ غفور الرحیم ہے' کریم ہے' وہ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔ اسی نے میرے آنسوؤں کی لاج رکھ لی آنٹی دیکھیے کاشی کو ہوش آ گیا۔''

وہ اس کی آواز میں آنسوؤں کی آمیزش کے ساتھ ساتھ خوشی کی کپکپاہٹ بھی واضح محسوس کر رہا تھا۔ تب ہی ایک نرس دھیمے سے دروازہ کھول کر اندر چلی آئی اور اس کی جانب پیشہ ورانہ توجہ سے دیکھتے ہوئے بولی۔ ''دیکھیے آپ پلیز مریض کو زیادہ ڈسٹرب مت کریں۔ انہیں شدید چوٹیں آئی ہیں۔ ذہن پر بھی گہرا اثر پڑا ہے۔ آپ باہر چلیں اور انہیں اب آرام کرنے دیں۔''

کاشان کا کمبل ٹھیک کرتے ہوئے اس نے جونہی اپنی بات ختم کی عاشی اس کی ماں کو کندھوں سے تھام کر روم سے باہر لے آئی۔

''کیوں بچایا ہے تم نے مجھے؟''

''اگلے روز وہ جونہی اسے سوپ پلانے کے لیے کمرے میں داخل ہوئی اس نے بے حد غرا کر پوچھا۔ عاشی کے لبوں پر دھیمی سی مسکراہٹ عود آئی۔

''تمہیں تو میرے پروردگار نے زندگی دی ہے کاشی' پھر میں بچانے والی کون ہوں بھلا اور زندگی تو اس کی امانت ہے ناں' وہ جب چاہے گا واپس لے لے گا' پھر تم نے اتنی بزدلانہ حرکت کیوں کی۔'' سوپ کا باؤل ٹیبل پر رکھتے ہوئے وہ دھیمے لہجے میں بولی تو کاشان پھر سے تپ گیا۔

''کیوں کہ میں نشاء کے بغیر نہیں جی سکتا۔ میرے پاس اس کے بغیر جینے کا کوئی جواز نہیں ہے۔''

''لیکن ضروری تو نہیں ہے کاشی کہ ہم جسے چاہیں اسے پا بھی لیں اگر نشاء تمہارے نصیب میں ہے تو ایک دن ضرور تم اسے پالو گے لیکن خدانخواستہ وہ اگر تمہارے نصیب میں نہیں ہے تو تم کسی قیمت پر اسے حاصل نہیں کرسکتے۔''

''شٹ اپ' جسٹ شٹ اپ عاشی' میں اسے ہر قیمت پر حاصل کر کے رہوں گا۔ وہ صرف میری ہے صرف میری۔'' وہ ایک دم اتنا ایموشنل کیوں ہوگیا تھا وہ خود بھی نہیں جانتا تھا۔

''او کے' پلیز بی ریلیکس کاشی' تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔ پلیز اتنا غصہ مت کرو۔'' عاشی تو اسے ایکدم اتنے غصے میں دیکھ کر ہی تھر تھر کانپنے لگی تھی۔

''تمہیں میری فکر کرنے کی زیادہ ضرورت نہیں ہے۔ سمجھیں تم؟ اور اب جاؤ یہاں سے' میں کچھ دیر تنہا رہنا چاہتا ہوں۔'' ایک دم ہی رخ پھیر کر وہ سرد مہری سے بولا۔ تو عاشی آنسو پیتی فوراً ہی اٹھ کھڑی ہوئی۔

''او کے میں جا رہی ہوں مگر پلیز تم زیادہ حرکت مت کرنا۔ تمہاری ٹانگوں پر گہرے زخم ہیں' تمہیں تکلیف ہوگی۔'' سوپ کا پیالہ کارنر والی ٹیبل پر رکھ کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی مگر نصیحت کرنا نہ بھولی۔

کاشان نے سرد مہری سے منہ پھیر لیا۔ وہ نشاء کے بارے میں سوچنا چاہتا تھا۔ اس کے دل کو نرم کرنے کا کوئی نہ کوئی طریقہ نکالنا چاہتا تھا۔ نشاء کی یہ بے رخی و بیگانگی اسے بہت تکلیف دے رہی تھی۔ عاشی کو بھلا کیا پتا کہ وہ کتنی تکلیف میں تھا؟

تیسرے روز جب عاشی اسے سیب کاٹ کر کھلا رہی تھی اور وہ غصے سے اسے جھڑک رہا تھا تو اسی وقت دروازہ ہلکی سی چرچراہٹ کے ساتھ کھلا اور نشاء نے قدم اندر رکھ دیئے۔ اس وقت بھی وہ میک اپ سے خوب بنی سنوری ہوئی تھی۔ کاشان کی نظر جونہی اس پر پڑی اس کا چہرہ گلاب کے شگفتہ پھول کی مانند کھل اٹھا۔ عاشی کا ہاتھ پیچھے جھٹک کر اس نے اٹھنے کی کوشش کی مگر کراہ کر رہ گیا۔

''لیٹے رہو کاشی' پلیز لیٹے رہو' مجھے تو جونہی تمہارے ایکسیڈنٹ کی خبر ہوئی تڑپ کر رہ گئی۔ ابھی بھی ڈاکٹر سے مل کر آ رہی ہوں۔ اف کاشی تم اندازہ نہیں کرسکتے کہ جب ڈاکٹر نے بتایا کہ تم اپنی دونوں ٹانگیں کھو چکے ہو تو سچ میرا تو دل بیٹھ گیا۔ اب تم کیا کرو گے؟ کیا ساری عمر ایک وہیل چیئر پر گزار دو گے؟''

اس کے بے دردی سے کہے لفظوں نے ایک مرتبہ پھر کاشان کی سماعتوں پر بم گرا دیئے۔ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس نے نشاء کی طرف دیکھا اور پھر عاشی کی طرف جو اڑی اڑی رنگت کے ساتھ پریشانی سے انگلیاں مروڑتے' نشاء کی طرف دیکھ

رہی تھی۔

''نہیں کاشی ڈاکٹرز ابھی ٹانگوں کے بارے میں خاصے پرامید ہیں۔ پلیز تم دل مت چھوڑنا۔ تم بالکل ٹھیک ہو جاؤ گے۔ یہ نشاء تو یونہی کہہ رہی ہے۔'' اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ اس صورت حال کو کیسے فیس کرے۔ جس بات کو وہ فی الحال کاشان سے چھپانا چاہتی تھی۔ نشاء نے نہایت بے دردی سے وہی بات اس پر عیاں کر دی تھی۔ اس کی ہمدردی پر نشاء نے خاصا بدمزہ ہو کر اسے دیکھا۔ پھر سرد مہری سے بولی۔

''رہنے بھی دو عاشی تم یہ بات بھلا کب تک چھپاتی پھرو گی ایک نہ ایک دن تو کاشی کو پتا چلنا ہی ہے۔ پھر ابھی کیوں نہ چلے؟'' عاشی کا دل چاہا وہ تھپڑوں سے اس کا چہرہ سرخ کر ڈالے مگر وہ ضبط کر کے رہ گئی۔ کاشان گم سم ہو کر رہ گیا تھا۔ یقیناً یہ بات اس کے اعصاب پر بہت گراں گزری تھی۔ اس کے چہرے پر نہایت تکلیف دہ آثار تھے۔ عاشی کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے لیا۔

''نشاء خدا کے لیے تم یہاں سے جاؤ' پلیز۔'' اپنے آنسوؤں پر بمشکل ضبط کر کے وہ تقریباً چلا اٹھی تھی۔ نشاء نے نخوت سے ایک نظر اس پر ڈالی۔ پھر ایک جھٹکے سے اٹھتے ہوئے باہر نکل گئی۔

''کاشی تم ٹھیک ہو جاؤ گے' تمہیں کچھ نہیں ہوگا' پلیز تم نشاء کی بات کو دل پر مت لینا۔'' آنسو کب تک آنکھوں کے کنٹرول میں رہتے بالآخر گالوں پر لڑھک ہی آئے۔ وہ اسے کیسے بتاتی کہ اس کی یہ حالت اسے کتنی تکلیف دے رہی ہے اگر اس کے اختیار میں ہوتا تو وہ اس کے حصے کی تکلیف اپنے نصیب میں لکھوا لیتی مگر اس پر کوئی آنچ نہ آنے دیتی۔

''دفع ہو جاؤ تم یہاں سے' نہیں چاہیے مجھے تمہاری ہمدردی' کچھ نہیں چاہیے مجھے جاؤ تم۔''

اس کی تمام تر ہمدردی پر بھی وہ چلا اٹھا تھا۔ عاشی سہم کر رہ گئی۔ پھر اس کی کنڈیشن کو سمجھتے ہوئے کمرے سے باہر نکل آئی۔

☆☆

نشاء اس دن کے بعد نہیں آئی تھی۔ تقریباً ایک ہفتے کے بعد ڈاکٹرز نے کاشان کو ڈسچارج کر دیا۔ اس کے اسپتال کے تمام تر اخراجات عاشی نے افورڈ کیے۔ اس وقت بھی جب وہ کاشان کو سہارا دے کر کمرے سے باہر لا رہی تھی ڈاکٹر اسے نصیحت کرنا نہ بھولی۔

''مس عاشی آپ پلیز اپنے کزن کا خصوصی خیال رکھیے گا۔ انہیں زیادہ دیر تنہا مت چھوڑیے گا اور روزانہ انہیں سہارا دے کر ورزش بھی کروانا مت بھولیے گا۔ یقیناً اللہ نے چاہا تو یہ ضرور اپنے پاؤں پر چلنے کے قابل ہو جائیں گے۔''

عاشی نے ڈاکٹر کی ہدایت خوب توجہ سے سنی پھر ان کا شکریہ ادا کر کے وہ اسی طرح کاشان کو سہارا دیے گاڑی تک لائی۔ بیساکھیاں سمیٹ کر گاڑی میں پچھلی سیٹ پر رکھیں اور کاشی کو اپنے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بٹھا کر اس نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔

''تم یہ سب کیوں کر رہی ہو عاشی؟ جب تم جانتی ہو کہ میں صرف نشاء سے محبت کرتا ہوں۔ میرا دل' جان' جسم' ہر سانس' صرف اس کی امانت ہے پھر کیوں اپنا قیمتی وقت تم مجھ جیسے بے کار انسان پر ضائع کر رہی ہو۔''

اس کے سرد لہجے میں حد درجہ مایوسی تھی یا گہری کاٹ' عاشی دھیان نہ دے سکی۔ وہ اس وقت کاشان کی امی کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ جو صبح سے بھوکی پیاسی' کاشان کی گھر واپسی کی شدت سے منتظر تھیں۔ عاشی سوچ رہی تھی کہ وہ انہیں کاشان کی ٹانگوں کے بارے میں کیا بتائے گی؟

کیسے بتائے گی؟ ان کا ری ایکشن کیا ہوگا جب انہیں پتا چلے گا کہ کاشان اپنی ٹانگیں کھو بیٹھا ہے۔ وہ اب چلنے پھرنے کے قابل نہیں رہا ہے۔ وہ انہیں خیالوں میں کھوئی ہوئی تھی جب کاشان نے اپنا سوال دوبارہ دہرایا۔

اور اس کے سوال پر عاشی دھیمے سے مسکرا کر رہ گئی۔

☆☆

کاشان کے لبوں پر اب بھی ہر پل محض نشاء کا نام تھا مگر عاشی کی زندگی کا محور تو اب صرف اور صرف کاشان کی ذات بن کر رہ گئی تھی۔ ڈیڈی کے بعد اب وہی اس کے جیون کا مقصد تھا۔ ہر روز وہ اپنے ہاتھوں سے اسے کھانا کھلاتی' اس کے کپڑے بدلتی' بال سنوارتی' اپنی بانہوں کا سہارا دے کر اسے ہرے بھرے لان میں واک کراتی' وہ بیساکھیوں کے سہارے چلتی پھرتی اس خوب صورت سی شخصیت کو جب گرتے گرتے سنبھالتی' تو دل کی دھڑکنیں ایکدم ہی اتھل پتھل سی ہو جاتیں اور وہ سرخ چہرے کو نیچے جھکا لیتی کہ کہیں کاشان اس کے دل کے چور کو پکڑ ہی نہ لے۔

اور پھر ایک دن جب ماں جی بھی چپ چاپ ان سے روٹھ گئیں اور کاشان ایک مرتبہ پھر بکھر کر رہ گیا تو اس نے اپنا آپ اس پر وار کر رکھ دیا۔ اپنے ہاتھوں سے اس کے آنسو پونچھتی۔ اصرار کر کر کے اسے کچھ کھلاتی پلاتی' بمشکل آرام کے لیے کمرے تک لاتی اور سونے پر مجبور کرتی۔ نشاء اس دوران محض ایک مرتبہ افسوس کرنے آئی تھی۔ پھر دوبارہ شکل تک نہیں دکھائی تھی۔ عاشی کو معلوم تھا کہ وہ یاور نقوی کے ہمراہ شاپنگ کے لیے پیرس جا رہی ہے مگر اس نے یہ بات کاشان کو نہیں بتائی تھی بلکہ اس سے یہی کہا تھا کہ نشاء بیمار ہے' کاشان پر گزرنے والی قیامت نے اسے بستر پر ڈال دیا ہے اور کاشان کو اس خبر سے کتنا دکھ ہوا تھا یہ صرف وہی جانتا تھا۔

اس دن عاشی کچھ گھریلو چیزوں کی خریداری کے لیے قریبی مارکیٹ تک گئی ہوئی تھی کہ پیچھے سے نشاء کاشان سے ملنے چلی آئی۔

''ہائے کاشان کیسے ہو تم؟'' وہ لان میں بیٹھا دھوپ لے رہا تھا۔ جب نشاء ادائے بے نیازی سے چلتی اس کے قریب آبیٹھی۔ اسے دیکھ کر کاشان ایکدم کھل سا گیا۔

''میں تو ٹھیک ہوں مگر تم کیسی ہو اب؟ عاشی بتا رہی تھی کہ تم بیمار ہو گئی تھیں؟''

''میں...... ارے نہیں بھئی میں تو کل ہی یاور کے ساتھ پیرس سے لوٹی ہوں۔'' ایک دم کھلکھلا کر وہ قدرے حیرانی سے ہنسی تو کاشان پھٹی پھٹی نگاہوں سے اسے دیکھتا رہ گیا۔ ایک دم ہی لبوں پر چپ سی لگ گئی۔ نشاء کافی دیر بیٹھی اپنی اور یاور کی باتیں اس سے کرتی رہی اور وہ کھوئی کھوئی سی نظروں سے اسے ہنستے بولتے دیکھتا رہا۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ اٹھ کر چلی گئی تو کاشان جیسے اپنے ہوش میں واپس لوٹ آیا۔

''تم نے مجھ سے جھوٹ کیوں بولا عاشی۔'' شام میں جب وہ اسے بستر پر لٹا کر کمبل درست کر رہی تھی تو کاشان کے سوال نے ایکدم اسے چونک جانے پر مجبور کر دیا۔

''کون سا جھوٹ؟''

''یہی کہ نشاء کو میرے دکھ نے بستر پر ڈال دیا ہے۔'' بہت سپاٹ لہجہ تھا اس کا' عاشی گڑبڑا کر رہ گئی۔ کاشان سے اس سوال کی وہ توقع نہیں کر پائی تھی۔

''تمہیں' تمہیں کس نے بتایا کہ نشاء بیمار نہیں تھی؟'' ایکدم بوکھلا کر وہ بولی۔

''یہ میرے سوال کا جواب تو نہیں ہے۔''

www.paksociety.com

کاشان کی آنکھوں میں کچھ ایسا تھا کہ وہ نگاہیں جھکانے پر مجبور ہوگئی تھی۔ دل ایک دم ہی دھڑک اٹھا کہ جانے کاشان اب کیا سمجھے؟ تاہم اس کا فطری اعتماد اس کے لہجے کی کپکپاہٹ پر غالب آگیا اور وہ اس کی طرف ایک نظر دیکھ کر دھیمے سے بولی۔

''میں جانتی ہوں کاشی کہ تم نشاء سے بہت پیار کرتے ہو۔ اس کا محبت سے کہا ایک لفظ تمہارے اندر زندگی کی لہر دوڑا دیتا ہے۔ اس کی ذرا سی نفرت' تمہارے دل کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیتی ہے اور مجھے یہ مصیبت ہے کہ میں تمہیں دکھ میں مبتلا نہیں دیکھ سکتی بس اسی لیے اس دن میں نے تم سے جھوٹ بولا۔''

''کیوں..... کیوں دکھ میں مبتلا نہیں دیکھ سکتیں تم مجھے؟'' اس وقت وہ بے حد الجھا ہوا لگ رہا تھا۔ عاشی کی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ اسے کیا کہے۔

''پلیز مجھے میرے سوال کا جواب دو عاشی' تم جانتی ہو کہ میں نشاء سے محبت کرتا ہوں' پھر بھی تم نے قدم قدم پر مجھے سہارا دیا۔ میرے جنم دن پر امریکہ کے ٹکٹ دے کر تم نے مجھ پر پہلا احسان کیا' پھر وہاں میرے لیے ہر آسائش مہیا کی' یہاں میری ماں کا بھرپور خیال رکھا' امریکہ میں مجھے پل پل یہاں کے حالات سے باخبر رکھا۔ پھر میرے ایکسیڈنٹ پر اسپتال کے اخراجات اٹھائے' میری ماں کی خدمت کی' ان کی وفات کے بعد اپنے ہاتھوں سے میرے آنسو پونچھے' کسی بھی قدم پر مجھے بکھرنے نہیں دیا۔ اب بھی تم نہ لوگوں کی باتوں کی پروا کر رہی ہو نہ اپنے قیمتی وقت کی' مجھ بے بس' ادھورے انسان پر تمہاری یہ مسلسل مہربانی' کیوں عاشی؟ پلیز مجھے بتاؤ......؟''

اپنے حلیے کی طرح وہ اندر سے خود بھی بے حد رف ہو رہا تھا۔ عاشی چپ چاپ اٹھی۔ پھر الماری سے ایک خوب صورت سا گفٹ نکال کر اس کے ہاتھوں میں تھماتے ہوئے بولی۔

''ہیپی برتھ ڈے ٹو یو کاشی' آج تمہارا جنم دن ہے اور آج کے دن تمہیں پریشان رکھنے کا تصور بھی نہیں ہے میرے پاس' تم جاننا چاہتے ہو ناں کہ مجھے تمہاری پروا کیوں ہے؟ میں کیوں تمہیں دکھ میں مبتلا نہیں دیکھ سکتی؟ ہے ناں؟'' گفٹ اسے تھماتے ہوئے وہ نگاہوں میں ڈھیر ساری محبت لیے' اسے اک نظر دیکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ پھر دھیرے دھیرے چلتے ہوئے کھڑکی میں جا کھڑی ہوئی اور کھوئے کھوئے سے انداز میں بولی۔

''خوب صورت اور لطیف جذبوں کو نہایت خوب صورتی کے ساتھ قلمبند کرنے والی حساس شاعرہ نگینہ شاہ کہتی ہیں۔

''ہمیں محسوس ہوتا ہے'
زمانے کی طرح تم بھی
محبت کے حسیں خاموش جذبوں پر
بہت کچھ سننا چاہتے ہو
مگر اپنی طبیعت کہ ہمیں اظہار جذبوں کا
کبھی اچھا نہیں لگتا

سنا ہے پیار کا دن ہے
تو ہم اپنی طبیعت کی پسند و ناپسند اب کے
بالائے طاق رکھتے ہیں
تمہاری ہے خوشی اس میں
تو کہتے ہیں حیا کیسی؟ چلو ہم کہہ ہی دیتے ہیں
ہمیں تم سے محبت ہے

مگر افسوس کہ میں نگینہ شاہ نہیں ہوں۔ لاکھوں کروڑوں کی جائیداد کی مالک ہو کر بھی میں ایک عام سی لڑکی ہوں۔ بہت عام سی لڑکی' کیونکہ میرا دامن' محبت جیسی انمٹ اور انمول دولت سے خالی ہے۔ ہاں کاشی' میں تمہیں چاہتی ہوں۔ بے حد بے تحاشا' اپنی جان سے بھی بڑھ کر مگر میری محبت

بے لوث ہے۔ تمہیں چاہنے کے لیے۔ میں نے اپنے دل سے تمہیں پانے کی شرط بھی نہیں رکھی۔ کیونکہ میں جانتی ہوں کاشی کہ محبت زبردستی کا سودا نہیں ہے۔ ہم کسی کی پیشانی پر پستول رکھ کر اس سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ ہم سے محبت کرے۔''

آنسو آپ ہی آپ آنکھوں سے پھسل کر گالوں پر لڑھک آئے تھے مگر اس نے ہتھیلی کی پشت سے انہیں رگڑ ڈالا۔ پھر کاشان کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

''جب میں نے دیکھا کہ نشاء کو دولت کی طلب ہے اور دولت کے لیے اس نے یاور نقوی کو تم پر ترجیح دی ہے اور تم اس بات پر بے حد نڈھال ہو تو میں نے پاپا سے کہہ کر تمہارے لیے امریکہ کے ٹکٹ کا انتظام کیا۔ کیوں کہ میں تمہیں بکھرا ہوا نہیں دیکھ سکتی تھی اور تم باہر جا کر کسی مشکل میں پڑو یا نشاء کو اپنی ابتر حالت کا الزام دو' یہ بھی مجھے گوارا نہیں تھا۔ اسی لیے تم وہاں آرام سے رہے اور تمہیں فوراً ہی پاپا کی فرم میں کام بھی مل گیا۔ پھر جب نشاء کی باتوں نے تمہیں ہرٹ کیا اور تمہارا ایکسیڈنٹ ہوا تو میں نے اس لیے تمہیں کسی قیمتی متاع کی طرح سمیٹ لیا کہ مجھے تم سے محبت تھی' نشاء کی طرح میرے لیے دولت تم سے تمہاری زندگی سے قطعی بڑھ کر نہیں تھی اور آج ...... آج بھی مجھے لوگوں کی باتوں کی کوئی پروا اس لیے نہیں ہے کیونکہ مجھے صرف تمہاری خوشی' تمہاری سلامتی چاہیے' تم نشاء سے محبت کرتے ہو اور میں جانتی ہوں تم اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے۔ اسی لیے میری خواہش اور کوشش ہے کہ تم اپنے پیروں پر چلنے کے قابل ہو جاؤ کیونکہ میں جانتی ہوں کاشی' نشاء کو ایک نہ ایک دن ضرور اپنی غلطی کا احساس ہو جائے گا' تب وہ پلٹ کر صرف تمہاری طرف ہی آئے گی اور میں نہیں چاہتی کہ اس وقت تمہاری ٹانگوں کی کمزوری اسے تم پر احسان کرنے کا موقع دے یا وہ تم سے سرد رویہ اپنائے۔ اس لیے میں تمہیں بالکل صحت مند دیکھنا چاہتی ہوں کہ جب وہ پلٹ کر تمہاری طرف آئے تو تم خود کو کسی کمپلیکس کا شکار نہ پاؤ' تم اسے اور وہ تمہیں سچی خوشی دے سکے۔''

عاشی نے منہ پھیر لیا تھا مگر کاشان اس کے لہجے میں آنسوؤں کو بخوبی محسوس کر چکا تھا۔ ایک دھیمی سی بے ساختہ مسکراہٹ اس کے لبوں پر بکھر گئی۔ محبت کے چکر بھی کتنے عجیب بات تھے۔ عاشی کو اس سے محبت تھی مگر اسے نشاء سے محبت تھی اور نشاء کو یاور سے اور کتنی عجیب تھی کہ تینوں کی محبت ہی یکطرفہ تھی۔ اسے عاشی کی محبت کی قدر نہیں تھی نشاء کو اس کی محبت کی اور شاید یاور کو نشاء کی محبت کی قدر بھی نہیں تھی ورنہ اتنے عرصے میں وہ کب کا نشاء سے شادی کر چکا ہوتا۔ ''اچھا سنو...... پھر تم کیا کرو گی؟'' یونہی یہ سوال وہ پوچھ بیٹھا تھا' مگر اسے خبر تک نہ ہو سکی کہ اس کے اس سوال نے عاشی کے دل میں درد کی کتنی گہری ٹیس کو چھیڑ دیا تھا۔

''میں ...... میں اپنا سارا کاروبار جائیداد تمہیں سونپ کر ہمیشہ کے لیے لندن چلی جاؤں گی۔'' بھرائے لہجے پر قابو پا کر اس نے آنسو پینے کی بھرپور کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکی۔ آنسو پلکیں بھگو ہی گئے' پھر وہ وہاں ٹھہری نہیں تھی' بلکتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئی۔ کاشان کے لیے اس کا انکشاف بے حد حیرانی کا باعث تھا۔ چپ چاپ بستر پر لیٹ کر وہ گہری سوچوں میں کھو گیا۔ نشاء اس کی بچپن کی دوست تھی' اس کی خالہ زاد کزن' جسے وہ بچپن سے چاہتا آیا تھا مگر اسے کاشان سے پیار نہیں تھا' اسے دولت سے محبت تھی' دولت کی طلب تھی اور عاشی' جسے اس نے ہمیشہ نظر انداز کیا تھا' اسے اس سے محبت تھی' اس کے ناکارہ وجود سے' اس کی غربت سے اور کتنی عجیب بات تھی

اسے اپنی محبت کا کوئی صلہ بھی نہیں چاہیے تھا۔ اس نے کبھی ان دونوں کو جدا کرنے کی کوشش نہیں کی تھی حالانکہ وہ چاہتی تو کاشان کو نشاء سے بدظن کر سکتی تھی مگر اس نے ایسا نہیں کیا اور یہی اس کی ذات' اس کی محبت کے بڑے پن کا واضح ثبوت تھا۔

☆☆☆

نشاء بھی اب ''محبت محبت'' کے اس کھیل سے اکتا گئی تھی۔ وہ اب یاور سے شادی کر کے اپنا گھر بسانا چاہتی تھی مگر ایک لڑکی ہونے کے ناتے' خود اپنے منہ سے شادی کے لیے کہنا' خود اپنی عزت کو داؤ پر لگانا تھا اور یاور تو گویا شادی کی ضرورت کو محسوس ہی نہیں کرتا تھا' اس روز جب وہ یاور کے ساتھ شہر کے مہنگے ترین ریستوران میں کافی پینے کے لیے آئی تو چپ نہ رہ سکی۔

''یاور! معلوم ہے وہ میرا کزن تھا ناں' کاشان جانتے ہو ناں تم اسے......؟'' کافی کا پہلا گھونٹ بھرتے ہوئے وہ قدرے تجسس سے بولی تو یاور نے کچھ سوچتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''ہاں بھئی' وہ تو اب کافی بڑا آدمی بن گیا ہے۔'' یاور کے جواب نے اسے جہاں تھوڑا سا حیران کیا' وہاں دلی خوشی بھی دی۔ اس کے دل کا حال جاننے کا یہ بہترین موقع تھا۔

''ہاں' کل وہی ہمارے گھر آیا تھا' ممی سے میرا ہاتھ مانگنے۔ مگر میں نے تو صاف انکار کر دیا اور کھلے لفظوں میں کہہ دیا کہ میں کسی اور سے محبت کرتی ہوں۔'' نشاء نے دیکھا اس کی بات سے یاور کے مسکراتے چہرے پر ایک دم سے ایک رنگ سا آ کر گزر گیا تاہم اس نے مسکرا کر اسے چھپانے کی بھرپور کوشش کی۔

''اچھا......؟ ویسے بھئی وہ خوش نصیب ہے کون جسے تمہاری محبت کا شرف حاصل ہو رہا ہے؟'' بظاہر اس نے شوخ' لاابالی سے انداز میں پوچھا تھا مگر نشاء نے اس کے لہجے میں چھپی بے قراری کو واضح محسوس کیا اور مسکرا کر بولی۔

''کیوں' تمہیں کیوں بتاؤں' تم نے کبھی مجھے بتایا ہے کہ تم کس سے محبت کرتے ہو؟''

اس کی بات کو یاور نے جی بھر کر انجوائے کیا اور خوب کھلکھلا کر ہنسا۔

''اوکے' بھئی پرامس۔ بہت جلد یہ راز بھی کھل جائے گا اور ممی کے ساتھ عنقریب ہی تمہارے گھر آ رہا ہوں کیونکہ میرا خیال ہے میں جس لڑکی سے محبت کرتا ہوں' اب اس سے شادی بھی کر ہی ڈالوں...... تمہارا کیا خیال ہے؟''

وہ بے حد جولی موڈ میں بول رہا تھا اور نشاء کے اندر تک سرشاری ہی سرشاری پھیل گئی۔ بے حد پرسکون ہو کر' کن انکھیوں سے اس نے یاور کو دیکھا اور کھلکھلا کر ہنستے ہوئے سر اثبات میں ہلا دیا۔

☆☆

اسے گزرنے والے ہر دن کے ساتھ یاور کی آمد کا انتظار رہتا تھا۔ کاشان نے اس دوران بارہا اس سے رابطہ کرنے کی کوشش کی مگر وہ ہمیشہ موبائل پر اس کا نمبر دیکھتے ہی کال کاٹ دیتی اور کاشان بے حد دکھ میں گھر کر رہ جاتا مگر اسے قطعی کوئی پروا نہیں تھی اور پھر اس روز اس کا انتظار ختم ہو گیا۔ یاور اپنی خوب صورت' ماڈرن سی مما کو لے کر اس کے گھر چلا آیا۔ نشاء کے تو ہاتھ پاؤں ہی پھول گئے' پچھلے دو روز سے وہ بخار میں مبتلا تھی' اسی لیے گھر کی صفائی ستھرائی بہتر طریقے سے نہ ہو سکی تھی لہٰذا اس وقت یاور کی مما کے سامنے بے حد گلٹی فیل کر رہی تھی' جلدی جلدی ڈرائنگ روم کو صاف کر کے انہیں وہاں بٹھایا' چائے کے ساتھ کچھ لوازمات بازار سے منگوائے' کچھ جلدی جلدی خود تیار کیے' اپنی ماں کو اچھے سے کپڑے بدلوا کر اُن

WWW.PAKSOCIETY.COM

کے پاس بھیجا اور خود نہانے چل دی۔

نہا دھو کر اپنا سب سے اچھا قیمتی سوٹ نکالا' بڑی نفاست سے ہلکا پھلکا میک اپ کیا اور دھڑکتے دل کی دھڑکنوں پر بمشکل قابو پائے وہ ڈرائنگ روم میں چلی آئی جہاں یاور اپنی نفیس سی مما کے پہلو میں بیٹھا خوب چہک رہا تھا۔ اسے آتے دیکھ کر تو اس کی خوب صورت نگاہوں کی جوت مزید بڑھ گئی جبکہ اس کی مما مسکرا کے نشاء کی امی سے کہنے لگیں۔

"بھئی آمنہ بہن' یاور تو دیوانہ ہو گیا ہے اس لڑکی کا' گھر میں ہر وقت نشاء نشاء کی تسبیح کرتا رہتا ہے۔ نشاء کو یہ پسند ہے' نشاء کو وہ پسند نہیں' سچ ہمیں تو گھمائے رکھتا ہے یہ لڑکا' اور آج نشاء بیٹی کو دیکھ کر مجھے بھی یقین آ گیا کہ یہ واقعی اتنی اہمیت کی لائق ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے بول رہی تھیں اور نشاء کا سر بارِ حیا سے جھکتا جا رہا تھا' دل تھا کہ پسلیاں توڑ کر باہر آنے کو تیار تھا۔

"نشاء! وہ میں نے تمہیں سرپرائز کا کہا تھا ناں' آج وہ دن آ گیا ہے اور جناب بہت پہلے ہی آ جاتا مگر مما لندن گئی ہوئی تھیں' پرسوں ہی آئی ہیں وہاں سے' خیر تم آنکھیں بند کرو' مجھ سے اب اور انتظار نہیں ہو رہا۔۔۔۔" یاور ایک دم ہی اپنی ماں کے پہلو سے اٹھ کر اس کے قریب آ بیٹھا اور اپنے مخصوص مدھر لہجے میں کہا تو نشاء نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے حیرانی سے پلکیں بند کر لیں۔

"چلو اب کھولو۔۔۔۔۔"

دوسرے ہی پل وہ بولا تھا اور نشاء نے دیکھا کہ اس نے اپنی جینز کی پاکٹ سے ایک خوب صورت' نفیس سا' میرج کارڈ نکال کر اس کی ہتھیلی پر رکھ دیا' پھر مسکراتے ہوئے مسرور لہجے میں بولا۔

"یہ میری اور نوین کی میرج کا انویٹیشن کارڈ ہے نشی' میری کوئی بہن تو ہے نہیں' اب میری شادی کا سارا انتظام تم ہی کو سنبھالنا ہے۔ میں نے کہا تھا ناں تم سے' کہ بہت جلد میں اپنے دل کا راز تم پر کھول دوں گا' ویسے نوین سے تو تم مل ہی چکی ہو' بہت اچھی لڑکی ہے۔ میں نے سوچا اس سے پہلے کہ تم شادی کر کے پھر سے اڑ جاؤ میں اپنی شادی کروالوں۔ اب تم بھی اپنی پسند کے لڑکے سے شادی کر لینا' مگر پلیز پہلے میری شادی کا سارا انتظام کرنا۔۔۔۔ او کے۔"

وہ اپنے مخصوص' مدھر لہجے میں بول رہا تھا اور نشاء کو لگا ساتوں آسمان اس کے سر پر ایک دم آن گرے ہوں۔ سماعتیں اور بصارتیں جیسے ایک دم سن ہو گئی ہوں' وہ دھیرے سے مسکرا کر اپنا بھرم رکھنا چاہتی تھی مگر نہ رکھ پائی۔ دل کی وادی میں ایک دم ہی طوفان آ گئے تھے' خوب صورت آنکھیں' جن میں تھوڑی دیر پہلے خوب صورت روپہلے خواب مقید تھے اب ایک دم سے جلنے لگی تھیں۔

وہ چیخ چیخ کر رونا چاہتی تھی' مگر رو نہ پائی۔ یاور نقوی کب گیا اسے کچھ خبر نہ ہو سکی' وہ تو اپنے آپ ہی سے بے نیاز ہو بیٹھی تھی۔ اسی دکھ نے اس کی محبت کرنے والی پیاری ماں کی جان لے لی اور وہ بھری دنیا میں اکیلی ہو کر رہ گئی۔ اپنی بدقسمتی پر پھوٹ پھوٹ کر روتی' بھرے گھر کی تنہائیوں میں بھٹکتی' دن رات شعلوں میں جل رہی تھی' اس نے کاشان سے کہا تھا کہ وہ اپنی خوب صورت زندگی کے حسین لمحے اس کے انتظار میں برباد نہیں کر سکتی۔ مگر اسے شاید خبر نہیں تھی کہ یاور نقوی کی ہمسفر بنے کی صورت میں' انتظار کی صلیب' ہمیشہ کے لیے اس کے سر پر لٹک جاتی' وہ خود کو دو جمع دو کی فکر سے بچانا چاہتی تھی لیکن یاور نقوی سے شادی کر کے بھی دو جمع دو کی ہوس اسے زندگی کی حقیقی خوشیوں سے ترسا دیتی۔ بزنس' پارٹیز' فرینڈ شپ' گیدرنگ' مصروفیات' ان سب چیزوں کے درمیان' یاور

اسے کب تک اور کتنی محبت دے سکتا تھا؟ محلوں جیسے گھر ہی اگر زندگی کی ڈھیروں خوشیوں کے ضامن ہوں تو بڑی بڑی حویلیوں کے اندر بسنے والی نجانے کتنی معصوم زندگیاں آزادی کے خواب ہی کیوں دیکھیں؟

یاور نقوی ہر روز اُسے فون کرتا تھا' حتیٰ کہ اپنی شادی والے دن بھی اسے نہیں بھولا' مگر نشاء گھر پر تالا ڈال کر اپنے چچا کے گھر آ گئی۔ ہنستی مسکراتی لڑکی سے وہ ایک دم پتھر کی مورتی بن کر رہ گئی تھی' لوگوں سے ملنا جلنا' ہنسنا بولنا' سب کچھ بھول چکی تھی وہ۔ بہت سے دن یونہی اُداسیوں کی نظر ہو گئے۔ اُس نے یاور نقوی کی ملازمت بھی کب کی چھوڑ دی تھی اور اُس روز جب وہ اکیلی یوٹیلیٹی اسٹور پر گھریلو استعمال کی کچھ ضروری چیزیں خرید رہی تھی' یاور نقوی سے بالکل اچانک ہی اُس کا ٹکراؤ ہو گیا۔ یاور کی نظر اتفاقاً جونہی اس پر پڑی' وہ لپک کر اس کے قریب آ گیا۔

''ہیلو نشی' کیسی ہو تم......؟'' قدرے فاصلے پر ہونے کی وجہ سے اسے بھاگنا پڑا تھا' اسی لیے سانس پھول گیا۔ نشاء نے پتھرائی ہوئی آنکھوں سے فقط ایک نظر اس کے شاندار حلیے پر ڈالی پھر سر جھکا کر پرس سے پیسے نکالنے لگی۔

''نشی! تم مجھ سے ناراض کیوں ہو' پلیز مجھے بتاؤ۔ تم بات کیوں نہیں کر رہی ہو مجھ سے؟'' بے منٹ کر کے وہ آگے بڑھ گئی تھی مگر یاور آج اُس کے سرد رویے سے ہرٹ ہو کر پیچھے ہٹنے والا نہیں تھا۔

''دیکھو نشی' پلیز مجھ سے بات کرو۔ میں نے اپنی شادی پر تمہارا کتنا انتظار کیا مگر تم نہیں آئیں' مجھے گھر والوں سے کتنا شرمندہ ہونا پڑا' ناراض تو مجھے تم سے ہونا چاہئے' اُلٹا تم مجھ سے ناراض ہو گئی ہو۔ پلیز...... پلیز نشی' مجھے میرا قصور تو بتاؤ۔'' اس کے عاجزانہ لہجے پر وہ بپھر کر ایک دم واپس پلٹی تھی۔

''قصور...... قصور پوچھتے ہو تم مجھ سے اپنا...... تو سنو...... مسٹر یاور نقوی' دھوکہ دیا ہے تم نے مجھے۔ میری آنکھوں میں سہانے خواب بھر کر' پھر آنکھیں ہی نوچ ڈالی ہیں تم نے میری' صرف تمہارے لیے میں نے کاشان کو ٹھکرا دیا' جو مجھ سے بے حد محبت کرتا تھا' اور تم...... تم نے مجھے ہی ٹھکرا دیا۔ کیوں......؟ کیا کمی تھی مجھ میں......؟ صرف یہی ناں کہ میں ایک غریب لڑکی تھی' جسے تم اپنی دوست تو بنا سکتے تھے مگر اپنی بیوی نہیں' کیوں کہ یہ تمہارے اونچے محلوں کی ریت کے خلاف ہوتا' مجھے بڑی بڑی پارٹیز میں تم فخریہ ایک دوست کی حیثیت سے تو متعارف کروا سکتے تھے مگر ایک بیوی کی حیثیت سے نہیں' کیوں کہ اس سے تمہاری عزت پر حرف آتا ہے۔ تمہارا اسٹیٹس' آن بان' رکھ رکھاؤ اس کی اجازت نہیں دیتا' تمہیں مسٹر یاور نقوی' اگر تمہیں کسی اور ہی سے شادی کرنا تھی تو مجھے خوش فہمیوں کا شکار کیوں کیا؟ میرا کیا قصور تھا......؟''

وہ بھی کہاں تک ضبط کرتی' اندر ہی اندر ٹھاٹھیں مارتا لاوا پھٹ پڑا اور وہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔ یاور نقوی تو اپنی جگہ پتھر ہی بن گیا۔ نشاء کا یہ اظہار جیسے اس کے لیے بے حد حیرانی کا باعث تھا اور وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے اسے بولتے ہوئے سنتا رہا۔

''یومین...... تم مجھ سے پیار کرتی تھیں......'' بے حد حیران ہو کر اس نے پوچھا مگر نشاء نے اس بار کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ اب خاموشی سے اپنے آنسو پونچھ رہی تھی۔

''آئی ایم ساری نشاء' میرا یقین کرو' مجھے کبھی خبر نہ ہو سکی کہ تم مجھے چاہتی ہو۔ مگر...... مگر میں نے تمہارے بارے میں کبھی ایسا نہیں سوچا' میں نے

نوین سے محبت کی ہے اور اس روز بھی جب میں بہت خوش تھا تو اس کی وجہ بھی نوین ہی تھی' وہ مجھ سے ناراض تھی مگر اس روز اس نے مجھ سے اپنی محبت کا اقرار کیا تھا۔ تمہیں عاشی نے بتایا تو ہوگا کہ میں اسے کتنا چاہتا ہوں اور پھر مجبوری بھی تو کوئی نہیں تھی نشاء' جس طرح مخمل میں پیوند نہیں سجتا' بالکل اسی طرح اونچے گھروں میں بھی اپنی کلاس نبھانے کے لیے اونچے گھرانوں کی لڑکیاں ہی جچتی ہیں۔ بہرحال پھر بھی معذرت' کہ تمہیں میری وجہ سے دکھ ملا' حالانکہ میں اس میں قصوروار نہیں ہوں' خیر اب میں چلتا ہوں۔ زندگی رہی تو انشاء اللہ پھر ملیں گے......''

ایک دم ہی وہ اپنی خوب صورت مضبوط کلائی پر بندھی گھڑی پر نظر ڈال کر بات سمیٹ گیا اور نشاء وہیں کھڑی اسے جاتا دیکھتی رہی۔ اسے لگا' آج تک وہ یاور نقوی کے کھو جانے کا سوگ مناتی رہی تھی مگر آج کے بعد اسے اپنی عزت' اپنی خودداری' اپنی انا اور اپنی برسوں سے سنبھال کر رکھی ہوئی بے لوث محبت کا بھی سوگ منانا ہوگا۔

آج اُس نے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یاور نقوی کو کھو دیا تھا۔ ''وہ کہیں کسی موڑ پر ملے گا تو ندامت سے کیا کہے گا۔'' اس نے خوش فہم احساس کو بھی کھو دیا تھا۔ ایک دم سے ہی تھکن اُس پر غالب آ گئی اور وہ بمشکل خود کو گھسیٹ کر گھر تک لا سکی۔

ماں جی کہتی تھیں کہ وہ چڑھتی ہنڈیا کو ٹھوکر مار رہی ہے لہٰذا ساری عمر پچھتائے گی اور آج اُن کا کہا بالکل درست ثابت ہو رہا تھا۔ اسے رہ رہ کر اپنی حماقت پر غصہ آ رہا تھا' اس روز من میں جانے کیا آئی کہ بیٹھے بیٹھے کاشان کا موبائل نمبر پریس کر ڈالا۔

''ہیلو کاشان اسپیکنگ۔''

اگلے ہی پل اُس کی مانوس خوب صورت آواز

کسی کے نام

تم نے کہا تھا کہ دوستی اور دوست ایک ایسا واحد رشتہ ہے کہ جس کی تم پوجا کرتے ہو۔ تمہاری دوستی اور دوست ہونے پر مجھے فخر ہے۔ مگر ایک بات ہم دونوں کے درمیان مذہب' خاندان کی تفریق ہے مگر دوستی مشترک ہے۔ اس لیے چاہتی ہوں کہ تم اب سدھر جاؤ' اپنا مستقبل محفوظ کر لو۔ تمہارے لگے ہوئے گانے سن کر تم کو یاد کرتی ہوں' خاص کر وہ گانا' جو ''میری روح کو چین دے قرار دے'' تمہارا دیا ہوا گلاب اگرچہ مرجھا گیا ہے مگر خوشبو ابھی تک ہے۔ اپنا خیال رکھو' کرو ہر کسی سے پنگا مت لیا کرو' امی تم کو پیار دے رہی ہیں۔

(روبی گیلانی...... جڑانوالہ)

سماعتوں سے ٹکرائی تھی اور نشاء سوچ میں پڑ گئی کہ بات کا آغاز کیسے کرے؟

''ہیلو کاشی' میں...... میں نشاء بول رہی ہوں۔''

''زہے نصیب...... آج کیسے یاد آ گئی ہماری' خیریت تو ہے......'' اتنے طویل عرصے کے بعد اُس کی خوب صورت آواز سن کر وہ سچ مچ کھل اٹھا تھا۔ عاشی جو نہایت انہماک سے اس کے سر میں تیل ڈال رہی تھی' چونک پڑی۔

''ایسی بات نہیں ہے کاشی' بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ کبھی تمہیں بھولی ہی نہیں' بس وقتی طور پر دولت کا بھوت میرے سر پر سوار ہو گیا اور میں تم سے منہ پھیر بیٹھی مگر حقیقت تو یہ ہے کاشی کہ میں تمہیں کبھی اپنے دل سے نہیں نکال سکی۔'' آج وہ کیا اعتراف کر رہی تھی' کاشان تو حیران کا حیران بیٹھا رہ گیا۔

''ہاں کاشی' میں سچ کہہ رہی ہوں۔ میں نے یاور نقوی سے شادی سے انکار کر دیا ہے کیوں کہ میں صرف تمہیں چاہتی ہوں' صرف تمہیں۔ لیکن دل میں ایک خوف سا ہے کہ نجانے تم مجھے اب چاہتے بھی ہو یا نہیں' میں نے آج اسی لیے تمہیں فون کیا ہے تاکہ میں جان سکوں کہ تم آج بھی مجھ

سے پیار کرتے ہو یا نہیں......؟''

وہ بے حد دھیمے لہجے میں بول رہی تھی اور کاشان حیرانی کی دلدل میں دھنستا جا رہا تھا۔ دل میں یکا یک پھول سے کھل اٹھے۔

''یہ تم کیا کہہ رہی ہو نشاء میں تو آج بھی تمہیں اتنا ہی چاہتا ہوں' جتنا پہلے چاہتا تھا۔''

''او رئیلی کاشی۔'' دوسری طرف نشاء کو اپنی سماعتوں پر یقین نہیں آیا۔

''ہاں نشاء میں سچ کہہ رہا ہوں۔ میں آج بھی تم سے محبت کرتا ہوں۔ بے حد بے تحاشا۔''

وہ ایک جذب کے عالم میں کہہ رہا تھا اور اس کے قریب کھڑی عاشی کو لگا جیسے کسی نے تیز نوکدار خنجر اس کے دل میں اتار دیا۔

''او کاشی تم اندازہ نہیں کر سکتے کہ میں کتنی خوش ہوں' تمہیں پا کر مجھے لگتا ہے کہ جیسے میں نے سب کچھ پا لیا ہو۔'' اس کے بے پناہ مسرور لہجے پر کاشان نے دھیمے سے مسکراتے ہوئے فون بند کر دیا اور دوسری طرف وہ خوشی سے بے حال تھی۔ اسے ہرگز امید نہیں تھی کہ کاشان اس کے اتنے برے سلوک کے باوجود بھی اس سے محبت کا دم بھرے گا۔ یا ورنقوی نہ سہی کاشان احمد سہی کہ بہر حال امیر تو اب وہ بھی بہت تھا اور سونے پر سہاگہ وہ اسے چاہتا بھی تھا۔ اس کی ساری ادا اسی' بے کلی' منٹ میں ہوا ہو گئی۔

اور اگلے ہی روز وہ کاشان کے سامنے بجی سنوری بیٹھی اپنی حماقتوں کا اعتراف کر رہی تھی۔ اس کے لیے اپنے دل میں موجود محبت کا اعتراف کر رہی تھی اور اس میں شاید کچھ غلط بھی نہیں تھا۔ کاشان کی ثابت قدمی اور سچی محبت نے سچ مچ اس کے دل کو چھو لیا تھا۔

عاشی کچن میں چائے بنا رہی تھی اور کاشان کمپیوٹر کے سامنے بیٹھا کافی مصروف نظر آ رہا تھا۔ تب ہی وہ اٹھ کر کاشان کے کندھے پر جھول گئی اور اسی پل عاشی چائے لیے کمرے میں داخل ہوئی تو نشاء ایک عجیب سے انداز میں مسکراتے ہوئے ذرا فاصلے پر بیٹھ گئی۔ پھر بھاپ اڑاتی چائے کا کپ اٹھاتی ہوئی چہک کر بولی۔

''عاشی! ہماری شادی کے بعد تم کیا کرو گی؟''

عجیب فاتحانہ سا انداز تھا اس کا۔ عاشی کا سر آنکھ میں عود آنے والے آنسوؤں کو چھپانے کے لیے خود بخود ہی جھکتا چلا گیا۔

''میں...... میں...... لندن واپس چلی جاؤں گی...... اپنی آنٹی کے پاس۔'' کپ کاشان کو تھماتے وقت اس کی انگلیاں بری طرح کانپ رہی تھیں۔ دل کے اندر ہی کہیں درد کا طوفان ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔

''ہاں بالکل ٹھیک ہے۔ ویسے ہماری شادی کے بعد تمہارا یہاں رکنے کا جواز بنتا بھی نہیں۔ ہے ناں کاشی؟'' ایک ادا سے اٹھلاتے ہوئے وہ کاشان کی طرف پلٹی جو خاموش سا بیٹھا ان دونوں کو بغور دیکھ رہا تھا مگر اس سے پہلے کہ کاشان کوئی جواب دیتا عاشی جلدی سے اٹھ کر وہاں سے چلی گئی۔

☆☆

کاشان کا ہر پل اب صرف اور صرف نشاء کی ملکیت ہو کر رہ گیا تھا۔ کبھی وہ اسے شاپنگ کروا رہا تھا۔ کبھی لنچ یا ڈنر یا آئس کریم کھلانے لے جا رہا تھا' تو کبھی رات گئے تک مختلف پارٹیز' سنیما میں لے جا رہا ہوتا تھا۔ نشاء کو تو اب پتا چل رہا تھا کہ کاشان کتنی بڑی آسامی بن چکا ہے اور وہ دل سے اپنی پچھلی حماقتوں پر لعنت بھیجتے ہوئے زیادہ سے زیادہ کاشان کے قریب ہونے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس روز بھی کاشان اسے اس کی ایک فرینڈ کے ہاں ڈراپ کر کے واپس لوٹا' تو عاشی کو اپنا

سامان پیک کرتے پایا۔ اسے سامان پیک کرتے دیکھ کر وہ ٹھٹک کر رک گیا۔

''عاشی! یہ کیا کر رہی ہو تم؟ کہیں جا رہی ہو کیا؟'' اس کے اچانک استفسار پر عاشی نے چونک کر سر اٹھایا۔ پھر ایک نظر اس پر ڈال کر سر جھکاتے ہوئے بیگ کی زپ بند کرتے ہوئے معصومیت سے بولی۔ ''ہاں کاشی میں لندن واپس جا رہی ہوں' پرسوں کی فلائیٹ ہے میری' سوچا ابھی سے تیاری پکڑ لوں۔'' بظاہر وہ مسکرا کر کہہ رہی تھی مگر کاشان کو اس کا لہجہ بے حد اداس لگا۔ خود اس کے دل پر جیسے کسی نے اچانک ہی ہاتھ ڈالا ہو۔

''مگر...... مگر تم...... تم جا کیوں رہی ہو؟'' لہجہ آپ ہی آپ بوکھلا سا گیا۔ لفظ حلق میں ہی اٹکنے لگے۔

''مجھے جانا تو ہے ناں کاشی آج نہیں تو کل' تمہاری اور نشاء کی شادی ہو جائے گی۔ پھر میں یہاں کیا کروں گی؟'' عجیب بجھے بجھے سے انداز میں کہتی وہ اسے دیکھتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئی مگر کاشان وہیں بیڈ پر بیٹھ گیا۔

دل میں ایک دم سے ہی جیسے کوئی بھونچال سا آ گیا تھا۔ سانس سینے کے اندر ہی گھٹنے سا لگا۔ یہ وہ لڑکی تھی جس نے قدم قدم پر اسے سہارا دیا تھا۔ اس کے ایک ایک آنسو کو اپنی انگلیوں کے پوروں سے چنا تھا۔ اپنی خدمت' محنت اور کوشش سے اسے اس کے پاؤں پر چلنا سکھا دیا تھا۔ اس کے ادھورے وجود کو نشاء کی پسند کے مطابق بنا دیا تھا۔

اور آج جب وہ پھر سے ایک چلتا پھرتا' صحت مند انسان تھا تو وہ اسے چھوڑ کر جا رہی تھی۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے...... کیوں......؟ صرف اس لیے کہ نشاء اسے قبول کر لے۔ اسے رحم کھا کر نہ اپنائے' صرف اس لیے کہ وہ نشاء کو پا کر خوش رہ سکے؟

احادیث مبارکہ

لڑکے لڑکی کا بھاگ جانا جسے آج کل مہذب الفاظ میں کورٹ میرج کہتے ہیں یہ اسلامی روایات اور امت کے عملی تواتر کے سراسر منافی ہے۔ ایسی بھیانک صورت حال کے پیش نظر یہ حدیث بہنوں کو جوں کی توں سنانے کو دل چاہتا ہے۔

''جس عورت نے بھی اپنے وارث کی اجازت کے بغیر نکاح کیا اس کا نکاح باطل ہے، باطل ہے، باطل ہے۔''

(احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی، مشکوۃ ۲۷۰)

(مس عرفانہ عفی۔ بوچھال کلاں چکوال)

ساری رات وہ کروٹیں بدلتا رہا' آنکھیں شدت کرب سے بوجھل ہو رہی تھیں۔ صبح وہ اٹھا تو طبیعت بے حد بوجھل تھی۔ دل سمیت پورے بدن میں درد ہو رہا تھا۔ بستر سے اٹھنے کی ہمت ہی نہ ہو رہی تھی۔

ہر روز کی طرح عاشی اسے ناشتے کے لئے جگانے آئی تو اس کا مرجھایا مرجھایا سا چہرہ دیکھ کر ٹھٹھک گئی۔

''ارے یہ تمہیں کیا ہوا؟ کیا رات میں ٹھیک سے سوئے نہیں۔'' وہی اپنائیت بھرا' فکر مند انداز' حالانکہ اس وقت خود اس کی آنکھیں رات بھر جاگنے کی چغلی کھا رہی تھیں۔ ''ارے تمہیں تو بخار ہے کاشی' میں ابھی ڈاکٹر کو فون کرتی ہوں۔'' اپنا ٹھنڈا ہاتھ جونہی اس نے کاشان کی جلتی پیشانی پر رکھا فکر اس پر غالب آ گئی مگر اس بار کاشان چپ نہ رہ سکا۔

''اب تم میرے لیے فکر مند ہونا چھوڑ دو عاشی' پلیز مجھے تکلیف اور درد کا ذائقہ چکھنے دو' کرنے دو' مجھے دکھ کا سامنا۔'' اس کے بے زار سے لہجے پر عاشی نے حیرانی سے اسے دیکھا۔ پھر چپ چاپ کمرے سے باہر چلی گئی اور جب کمرے میں

واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں گرم چائے کا کپ اور ساتھ میں بخار کی ٹیبلٹ تھی۔

''چلو اٹھو کاشی یہ ٹیبلٹ لو اور چائے بھی پیو' انشاء اللہ بخار اتر جائے گا ورنہ پھر میں ڈاکٹر کو بلا لیتی ہوں۔'' اس کے انداز میں اب بھی اپنائیت اور فکرمندی کا تاثر نمایاں تھا۔ کاشان پلکیں موندے چپ چاپ لیٹا رہا' تھوڑی ہی دیر میں نشاء بھی آگئی۔ اسے یقیناً عاشی نے ہی فون کرکے بلایا تھا تاکہ کاشان کی طبیعت میں بوجھل پن اور چڑچڑاہٹ ختم ہوجائے۔

☆☆

دو دن کیسے پر لگا کر اڑ گئے' وہ سمجھ ہی نہ سکی۔ تیسرے دن کے سورج نے جونہی اپنا دیدار کروایا عاشی دل تھام کر رہ گئی۔ کاشان تو کمرے سے باہر ہی نہ نکلا۔ ٹائم پورا ہو رہا تھا۔ چار بجے اس کی فلائٹ تھی اور اب گھڑی تین بجا رہی تھی۔ وقت بالکل نہ تھا مگر کاشان نے تو کمرے سے باہر نہ نکلنے کی قسم کھا رکھی تھی۔ مجبوراً اسے خود ہی دروازہ دھکیل کر اندر جانا پڑا کہ دل بے تاب اسے آخری بار دیکھنے کو بری طرح مچل رہا تھا۔

کاشان اپنے بیڈ پر' دایاں بازو آنکھوں پر دھرے لیٹا ہوا تھا۔ عاشی کے دل کو بے حد دکھ نے جکڑ لیا۔ ''تو کیا تمہارے دل میں میری اتنی سی جگہ بھی نہیں کہ تم مجھے جاتے وقت الوداع ہی کہہ سکو کاشی؟'' آنسو گالوں پر بکھرنے کو بے تاب تھے مگر وہ کمال ضبط سے انہیں پیتے ہوئے کاشان کے سرہانے آکھڑی ہوئی اور بھرائے ہوئے لہجے میں بولی۔

''میں آج ہمیشہ کے لیے تمہاری زندگی سے دور جارہی ہوں کاشی پلیز میرا دل رکھنے کی خاطر ہی سہی' مجھے مسکرا کر الوداع تو کہہ دو' اس قدر بیگانگی کا مظاہرہ تو نہ کرو کاشی' آخر میں بھی تو انسان ہوں۔''

اسے خبر ہی نہیں تھی کہ آنسو صرف اس کی آنکھوں میں ہی نہیں ہیں۔ کاشان کی آنکھیں بھی مسلسل برس رہی ہیں۔ رات بھر آنسو لٹا لٹا کر خالی ہوچکی ہیں۔ جونہی اس نے کاشان کا بازو ہٹایا' اس کی سوجی ہوئی سرخ بھیگی آنکھیں دیکھ کر حیران رہ گئی۔ کاشان کی آنسوؤں بھری آنکھیں اس کے سامنے تھیں اور اس کے چہرے پر شدید کرب کے آثار تھے۔

''بس یہی دیکھنا چاہتی تھیں ناں تم؟ مل گیا سکون؟ اب جاؤ پلیز جاؤ یہاں سے۔''

وہ اس دھان پان سی لڑکی کے سامنے کمزور پڑنا نہیں چاہتا تھا مگر آنسوؤں نے بغاوت کرڈالی اور وہ ہتھیار پھینکنے پر مجبور ہوگیا۔ عاشی بمشکل اپنی سسکیاں روکے منہ پر ہاتھ رکھ کر بلکتے ہوئے وہاں سے بھاگی تھی اور اس کے کمرے سے باہر نکلتے ہی دیوار سے لگ کر پھوٹ پھوٹ کے رو پڑی۔

آج سے سات سال پہلے جب وہ لندن سے پاکستان آئی تھی تو کس قدر خوش تھی۔ بے حد پیار کرنے والے پاپا' دوست احباب' کزنز سب ساتھ تھے' کتنے خوب صورت روپہلے خواب تھے اس کی آنکھوں میں مگر آج جب وہ واپس جارہی تھی تو ساتھ میں سوائے آنسوؤں کے اور کچھ بھی تھا۔ حتیٰ کہ کسی کے خلوص دل سے نکلی چند پرخلوص دعائیں بھی نہیں' وہ بالکل خالی ہاتھ تہی داماں تھی۔ ساری جائیداد کاشان کے نام کرکے' صرف چند حسین یادوں کا تحفہ ساتھ لے جارہی تھی۔ جسے اس نے تازندگی سنبھال سنبھال کر رکھنا تھا۔

''ارے یہ تمہیں کیا ہوا عاشی اور تم ابھی تک گئی نہیں اگر فلائٹ چھوٹ گئی تو؟ ویسے تم بھی بڑی بے مروت ہو' مجھے اپنے جانے کی خبر نہیں کی وہ تو بھلا ہو کاشان کا کہ اس نے بتادیا ورنہ تم تو مجھے ملے

بغیر ہی چلی جاتیں اور میں شکریہ ادا کرنے کا بس سوچتی ہی رہ جاتی۔''

نشاء اچانک ہی گھر میں داخل ہوئی تھی۔ کوئی اس وقت اس کے دل سے پوچھتا کہ وہ راستے کا کانٹا نکل جانے پر کس قدر خوش تھی اندر سے۔ تاہم عاشی نے جلدی سے ہتھیلی کی پشت سے آنسو صاف کرتے ہوئے اسے گلے لگا لیا۔ پھر مسکرا کے خدا حافظ کہتی ہوئی سامان اٹھا کر باہر نکل گئی۔ گھر کی دہلیز سے قدم باہر نکالتے ہی جسم کا بوجھ بڑھ گیا۔ قدم من من کے بھاری ہوگئے۔ وہ اور شدت سے رو پڑی۔

ابھی اس نے اگلا قدم اٹھایا ہی تھا کہ مانوس پکار پر ٹھٹک کر رک گئی۔ پھر پیچھے مڑ کر دیکھا تو لٹا لٹا سا کاشان دروازے میں کھڑا تھا۔

''کیا تم سچ مچ مجھے چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے چلی جاؤ گی عاشی؟ کیا خوش رہ سکو گی تم میرے بغیر؟''

اس کے عجیب سے اداس بجھے بجھے انداز پر جہاں وہ حیرت سے ٹھٹکی تھی وہیں نشاء کی آنکھیں بھی مارے حیرت کے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

''یہ...... یہ......تم کیا کہہ رہے ہو کاشی۔''

اسے تو جیسے اپنی سماعتوں پر یقین ہی نہ آیا۔ دنیا ایک دم اندھیری ہوگئی۔

''میں ٹھیک کہہ رہا ہوں نشاء تم نے دولت کے لیے یاور نقوی کو محبت پر ترجیح دی مگر اس پاگل لڑکی کو دیکھو' جو دولت کے ساتھ ساتھ اپنی محبت بھی دوسروں کی جھولی میں ڈال کر جارہی ہے۔ کیا محبت دان کی جاسکتی ہے؟ کبھی نہیں۔''

اس کی محبت بھری نظریں عاشی کے وجود پر تھیں اور نشاء صدمے کی شدت سے پاگل ہونے کے قریب تھی۔

''مگر......تم......تم تو مجھ سے پیار کرتے ہو کاشی اور میں...... میں بھی تو تم سے محبت کرتی ہوں۔''

''ہاں میں تم سے محبت کرتا ہوں نشاء اور تا زندگی کرتا رہوں گا۔ مگر تین روز پہلے مجھ پر یہ عجیب سی حقیقت کھلی ہے کہ میں عشق عاشی سے کرنے لگا ہوں۔ اس نے اپنے آپ کو میری زندگی کے لیے از حد ضروری بنا دیا ہے نشاء اور تم جانتی ہو ناں کہ عشق کا درجہ محبت سے کہیں بڑھ کر ہے اور ہاں تمہیں مجھ سے محبت کبھی نہیں ہوسکتی کیونکہ اگر تمہیں مجھ سے محبت ہوتی تو تم یاور نقوی کو کبھی مجھ پر ترجیح نہ دیتیں۔ تمہیں صرف دولت سے پیار ہے اور میرا وعدہ ہے تم جتنی دولت چاہو گی میں تمہیں دوں گا مگر پلیز آئندہ میرے اور عاشی کے بیچ مت آنا۔''

نشاء کو لگا وہ ایک دم سے جیسے ٹھنڈی چھاؤں سے نکل کر تیز دھوپ میں آگئی ہو اس کی تمنائیں منہ کھولے اس کے سامنے بین کررہی تھیں اور وہ خود اپنا ہی تماشہ دیکھ رہی تھی۔ جب کہ کاشان تیز تیز قدم اٹھاتا عاشی کے قریب آیا۔ اس کے بہتے آنسو اپنے پوروں سے چنے اور کھینچ کر سینے سے لگایا تو عاشی اس کے کندھے سے لگ کر سسک پڑی۔ کاشان کی بانہوں کے مضبوط حلقے میں اسے لگا کہ وہ بالکل اچانک جیسے کڑی دھوپ سے ٹھنڈی چھاؤں تلے آگئی ہو۔ جہاں کاشان کے پیار کی کتنی ہی بہاریں شدت سے اس کی منتظر تھیں جب کہ وہ اس کی آنکھوں سے پھسلتے آنسو بے تابی سے روک رہا تھا۔ اب ان قیمتی موتیوں کی حفاظت اسے زندگی بھر کرنا تھی۔